B.A. URDU

BUR - 34

TAMIL NADU OPEN UNIVERSITY

URDU

BUR - 34

School of Humanities

Tamil Nadu Open University

© Tamil Nadu Open University

First Edition – 2010

Course Team

Chairperson : **Dr. A. Kalyani**
Vice-Chancellor, TNOU, Chennai.

Writing & Editing : **Prof. L. Azeez Ahmed**
Lecturer (SG) & Head
Department of Urdu
Mazharul Uloom College.
Ambur.

Coordination : **Dr. K. Murugan**
Professor & Head, School of Humanities, TNOU

Prof. D. Nisar Ahmed
Principal,
Mazharul Uloom College,
Ambur.

Design : **Prof. K. H. Kaleemullah**
Department of Urdu,
Mazharul Uloom College,
Ambur.

© All rights reserved. No part of this book must be used in any form without obtaining a prior written permission from the University.

Printed at : VST Associated Graphics Pvt. Ltd., Chennai-34.

TAMIL NADU OPEN UNIVERSITY

ٹمل ناڈو اوپن یونیورسٹی ۔ چینئی

Bachelor of Arts (BA)

Urdu

بی ۔ اے (اردو)

BUR - 34

آٹھواں پرچہ ۔ عروض و علمِ بدیع

Paper VIII -Prosody & Rhetoric

فہرست

شمار نمبر	عنوانات	صفحہ
1	**علمِ عروض**	1
2	اصولِ ارکان	2
3	ارکان (ٹکڑے)	5
4	**بحروں کا بیان**	6
5	مفرد بحروں کے ارکان	7
6	مرکب بحروں کے ارکان	9
7	**زحافات**	13
8	خاص زحافات	14
9	عام زحافات	15
10	**تقطیع کے اصول**	20
11	حروفِ مکتوبی غیر ملفوظی	20
12	حروف ملفوظی غیر مکتوبی	28
13	تقطیع کی مثالیں	33
14	**چند عروضی اصطلاحات**	35
15	**علمِ بدیع**	43
16	صنائع معنوی	43
17	صنائع لفظی	54

18	علمِ بیان	58
19	استعارہ اور اس کی قسمیں	59
20	تشبیہ اور اس کی قسمیں	62
21	کنایہ اور اس کی قسمیں	65
22	علمِ معانی	67
23	فصاحت	67
24	بلاغت	68
25	حشو	70
26	اقسامِ نظم	72
27	اقسامِ نثر	86
28	نمونہ کے سوالات	89

علمِ عروض

علم عروض وہ علم ہے جس سے اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے۔علم عروض ایک فن ہے جس سے اشعار کی موزونیت کا تعیّن کیا جاتا ہے۔اس میں مختلف بحروں سے بحث کی جاتی ہے۔اس کا موجد خلیل بن احمد بصری ہے۔وہ بڑا ذہین اور موسیقی میں خوب مہارت رکھتا تھا۔اس نے شاعری کے لئے ۱۵ اوزان ایجاد کئے۔بعد میں اور بحروں کا اضافہ ہوا۔

وزن:

اصطلاحِ شاعری میں کلموں کے حرکات وسکنات کے برابر ہونے کو وزن کہتے ہیں۔

حرکات وحروف کا اختلاف ہوتو کوئی حرج نہیں۔مثلاً اِنْعَام اور بَنْدُوق، یہ دونوں ہم وزن الفاظ ہیں یعنی جتنی حرکتیں اور سکون ایک میں ہیں اتنے ہی دوسرے میں بھی پائے جاتے ہیں۔اگرچہ دونوں کے حرکات مختلف ہیں۔

جیسے: سراج،نصیر۔دھوبی، لہسن۔کتاب، کلام۔محفل، روٹی۔عقیلہ،رابطہ۔ اجل،ختم۔

بحر:

اصطلاحِ شاعری میں ان چند موزروں کلموں کو بحر کہتے ہیں جن پر شعر کا وزن ٹھیک کرتے ہیں۔شعر میں موسیقی اور ترنّم جس قدر ہو،اسی قدر بحر عمدہ ہوگی،ورنہ بہت سی ایسی بحریں ہیں جو ان دونوں سے مبّرا (الگ) ہیں،اس وجہ سے وہ شاعری میں زیادہ رائج اور مقبول نہ ہوسکی۔

ارکانِ بحور:

جن ٹکڑوں سے بحر بنی ہے ان کو ارکان و اصول، افاعیل، افعال، تفاعیل یا ہمثال کہتے ہیں اور ہر رکن کو جز کہا جاتا ہے۔

تقطیع:

کسی شعر کے ٹکڑوں کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کو تقطیع کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر متحرک حروف کو متحرک کے مقابل رکھنا اور ساکن حروف کو ساکن کے مقابل رکھنا ہے۔

اصولِ ارکان

ارکان کے ٹکڑوں کو اجزاء یا اصول یا افعال کہتے ہیں۔ رکن جن اصول یا افعال سے بنا تا ہے وہ تین ہیں۔

(i) سبب (ii) وتد (iii) فاصلہ

دو حرفی لفظ کو سبب کہتے ہیں۔ سہ حرفی لفظ کا نام وتد ہے اور چار حرفی اور پانچ حرفی لفظوں کو فاصلہ کہتے ہیں۔

(i) سبب:

دو حرفی کلمہ کو سبب کہتے ہیں۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ (الف) سببِ خفیف (ب) سببِ ثقیل

(الف) سببِ خفیف: کوئی بھی دو حرفی کلمہ جس کا پہلا حرف متحرک (زبر، زیر یا پیش والا) ہو اور اس کا دوسرا حرف ساکن ہو یعنی جزم والا ہو تو وہ سببِ خفیف کہلاتا ہے۔

مثلاً: دِنْ، رَبْ، دَمْ، ہَمْ۔

(ب) سببِ ثقیل:

یہ وہ دو حرفی کلمہ ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف یعنی ہر ایک حرف متحرک ہوتا ہے۔ یہ عموماً کلمات کی آپس میں ترکیب اور جوڑ سے ہوتا ہے۔ مثلاً: ''درِیار'' میں دو کلمات کی آپس میں اضافی ترکیب سے جڑے ہوئے ہیں اس طرح کلمہ ''در'' کے پہلے حرف 'دال' کی حرکت کے ساتھ ساتھ اضافی ترکیب کی وجہ 'در' کی ''ر'' کو بھی حرکت آ گئی۔ اس طرح کلمہ ''درِ' سببِ ثقیل ہو گیا۔ مثلاً دَمِ عیسیٰؑ، دِلِ ناداں۔

وَتَدْ:

کسی بھی تین حرفی کلمہ کو وتد کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) وتدِ مجموع (ب) وتدِ مفروق

(الف) وتدِ مجموع:

اگر کسی سہ حرفی کلمہ کا پہلا اور دوسرا حرف متحرک ہو اور تیسرا حرف یعنی آخری حرف ساکن ہو تو اس کلمہ کو وتدِ مجموع کہیں گے۔ مثلاً: 'وَطَنْ' جس میں 'وَ' اور 'ط' متحرک ہیں اور آخری حرف ساکن ہے۔ اس طرح کلمات سفر، حضر، ادب وغیرہ میں پہلے دو حروف متحرک ہیں اور تیسرا حرف ساکن ہے اس لئے یہ کلمات وتدِ مجموع کہلائیں گے۔

(ب) وتدِ مفروق:

یہ تین حروف والا کلمہ ہے جس کا پہلا حرف متحرک، دوسرا ساکن اور تیسرا حرف یعنی آخری حرف متحرک ہوتا ہے، ایسے کلمات اردو زبان میں دو کلمات میں اضافت یا ایک دوسرے کے جوڑ سے بنتے ہیں۔ مثلاً: 'داغِ جگر' ایک مرکب کلمہ ہے جو 'داغ'' اور ''جگر'' کلمات کے جوڑ سے بنا ہے اور کلمہ 'داغ' کا آخری حرف محض اضافت کی وجہ سے متحرک ہوا ہے۔ چنانچہ کلمہ ''داغ'' وتدِ مفروق بن گیا۔ خاکِ پا میں خاک، برگِ آوارہ میں ''برگ''۔

فاصلہ:

وہ چار اور پانچ حرفی کلمہ کو فاصلہ کہتے ہیں۔اس کی دو صورتیں ہیں۔(i) فاصلہ صغریٰ (ii) فاصلہ کبریٰ

(i) فاصلہ صغریٰ:

چار حرفی کلمہ جس کے پہلے تین حروف متحرک ہوں اور چوتھا ساکن ہو، فاصلہ صغریٰ کہلاتا ہے۔مثلاً: وکلا، فقراء، امراء، علماء وغیرہ۔

(ii) فاصلہ کبریٰ:

پانچ حرفی کلمہ جس کے پہلے چار حروف متحرک ہوں اور پانچواں ساکن ہو، فاصلہ کبریٰ کہلاتا ہے۔مثلاً: رَوَدِم۔

اردو شاعری میں فاصلہ زیادہ مروّج نہیں ہے۔

ارکان (ٹکڑے)

اصولِ ارکان سے سات رکن بنتے ہیں۔

ان میں دو پنج حرفی ہیں اور پانچ ہفت حرفی۔

فنِ عروض میں بحر، ارکان (ٹکڑوں) پر مشتمل ہوتی ہے۔اس میں کا ہر ایک رکن ایک فرضی بے معنیٰ کلمہ ہے جو سبب اور وتد کی مقررہ مختلف ترکیبوں اور تعداد پر مشتمل ہوتا ہے۔ان ارکان کو شعر کو تولنے والے یا وزن کرنے والے مختلف اوزان یا افاعیل کہتے ہیں۔عموماً مندرجۂ ذیل پہلے سات ارکان (افاعیل) اردو شاعری میں زیادہ مستعمل ہیں:

(i) پنج حرفی ارکان دو ہیں:

(۱) فَعُولُن:

اس رکن کا پہلا جز ''فعو'' وتدِ مجموع ہے اور دوسرا جز ''لن'' سببِ خفیف ہے۔اس رکن میں ہم وزن مثالی الفاظ سہارا، نگاری، چلوتم، عجب ہو، وغیرہ ہیں۔جن میں پہلا جز وتدِ مجموع اور دوسرا جز سبب خفیف ہے۔

(۲) فَاْعِلُن:

اس رکن میں پہلا کلمہ ''فا'' سببِ خفیف ہے اور دوسرا کلمہ ''عِلُن'' وتدِ مجموع ہے۔ان دونوں کے ایک خاص مقررہ ملاپ سے ''فاعلن'' رکن بنا جس کے مثالی ہم وزن الفاظ: آیئے، جایئے، امکان وغیرہ۔ان الفاظ میں پہلے ایک سببِ خفیف اور اس کے بعد ایک وتدِ مجموع آیا ہے جو رکن فاعلن کے ہم وزن ہیں۔

(ii) ہفت حرفی پانچ ارکان ہیں:

(۳) مُسْتَفْعِلُن:

اس رکن میں دو سببِ خفیف کے بعد ایک وتدِ مجموع ہے جس کے ہم وزن الفاظ، اے دردِ دل، دل دے مجھے، تو تھا ابھی، ہیں جن میں دو سببِ خفیف کے بعد ایک وتدِ مجموع ہے۔

(۴) مَفَاْعِیْلُن:

اس رکن میں پہلا جز وتدِ مجموع ہے اس کے بعد سلسلہ وار دو سببِ خفیف ہیں جس کے ہم وزن الفاظ خدا حافظ، بہر صورت، اگر تم بھی، مرے ہی آ وغیرہ ہیں۔

(۵) فَاْعِلَاْتُن:

اس رکن میں پہلا جز سببِ خفیف، دوسرا وتد مجموع اور تیسرا سبب خفیف ہے۔ اس کے ہم وزن الفاظ اختلافی، تم کدھر تھے وغیرہ ہیں۔

(۶) مُتَفَاْعِلُن:

یہ رکن پہلے سببِ ثقیل پھر سبب خفیف اور بعد ازاں وتد مجموع پر مشتمل ہے اس رکن کے ہم وزن فقرے ''تو کیا خوشی'' (ت کا خشی) وغیرہ۔

(۷) مَفاعِلَتُن :

یہ رکن پہلے وتدِ مجموع اور بعدازاں سببِ ثقیل پھر سببِ خفیف پر مشتمل ہے۔
اس رکن کے ہم وزن فقرے ''خوشی تو کیا'' (خشی ت کیا) وغیرہ۔

بحروں کا بیان

شاعری میں کل مشہور بحریں ۱۹ ہیں ان کے نام ذیل میں درج کئے جاتے

ہیں۔

(۱) بحر متقارب (۲) بحر متدارک (۳) بحر رجز (۴) بحر ہزج
(۵) بحر رمل (۶) بحر کامل (۷) بحر وافر (۸) بحر خفیف (۹) بحر منسرح
(۱۰) بحر دگر مُجتث (۱۱) بحر بسیط (۱۲) بحر طویل (۱۳) بحر مدید (۱۴) بحر جدید
(۱۵) بحر مشاکل (۱۶) بحر سریع (۱۷) بحر مضارع (۱۸) بحر مقتضب (۱۹) بحر قریب

ان میں سے سات بحریں مفرد ہیں یعنی ایک ہی رکن کی تکرار سے بنتی ہیں۔ ان کو مفرد بحریں کہتے ہیں۔ اگر بحر میں رکن چھ بار آئے تو مسدس کہیں گے اور اگر بحر میں رکن آٹھ بار آئے تو مثمن کہیں گے۔

مفرد بحروں کے ارکان

۱۔ بحرِ متقارب:

فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن
فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن فَعُولُن

بحرِ متقارب مثمن سالم :شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار
بحرِ متقارب مسدس سالم :شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۲۔ بحرِ متدارک:

فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن
فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن فَاعِلُن

بحرِ متدارک مثمن سالم :شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار
بحرِ متدارک مسدس سالم :شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۳۔ بحرِ رجز:

مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن
مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن

بحرِ رجز مثمن سالم :شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار
بحرِ رجز مسدس سالم :شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۴۔ بحرِ ہزج:

مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن
مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن

بحرِ ہزج مثمن سالم: شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار

بحرِ ہزج مسدس سالم: شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۵۔ بحرِ رمل:

فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن

فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن

بحرِ رمل مثمن سالم: شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار

بحرِ رمل مسدس سالم: شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۶۔ بحرِ کامل:

مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن

مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن مُتَفَاعِلُن

بحرِ رمل مثمن سالم: شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار

بحرِ رمل مسدس سالم: شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

۷۔ بحرِ وافر:

مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن

مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن مُفَاعِلَتُن

بحرِ رمل مثمن سالم: شعر کے ہر مصرع میں چار بار اور شعر میں آٹھ بار

بحرِ رمل مسدس سالم: شعر کے ہر مصرع میں تین بار اور شعر میں چھ بار

جس بیت میں آٹھ رکن ہو تو اس کو مثمن اور جس میں چھ رکن ہو تو اس کو مسدس کہتے ہیں۔ جس بحر کے ارکان میں تغیر نہ ہو اس کو سالم بحر کہتے ہیں۔

اور جس کے ارکان میں تغیر واقع ہو اس کو مزاحف کہتے ہیں اور اس تغیر کو زحاف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذیل کی بحریں مرکب بحریں کہلاتی ہیں جو دو رکنوں کے مکرر لانے سے بنتی ہیں۔

مرکب بحروں کے ارکان

۱۔ بحرِ منسرح:

مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ
مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ

۲۔ بحرِ مقتضب:

مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن
مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن	مَفعُوْلَاتُ	مُستَفعِلُن

(اس بحر کو منسرح سے اخذ کیا گیا ہے دونوں میں ارکان ایک ہی ہیں لیکن ترتیب میں فرق ہے)

۳۔ بحرِ مضارع:

مُفَاعِیلُن	فَاعِلَاتُن	مُفَاعِیلُن	فَاعِلَاتُن
مُفَاعِیلُن	فَاعِلَاتُن	مُفَاعِیلُن	فَاعِلَاتُن

۴۔ بحرِ مجتث:

مُستَفعِلُن	فَاعِلَاتُن	مُستَفعِلُن	فَاعِلَاتُن
مُستَفعِلُن	فَاعِلَاتُن	مُستَفعِلُن	فَاعِلَاتُن

۵۔ بحرِ طویل:

فَعُوْلُن	مُفَاعِیلُن	فَعُوْلُن	مُفَاعِیلُن
فَعُوْلُن	مُفَاعِیلُن	فَعُوْلُن	مُفَاعِیلُن

۶۔ بحرِ مدید:

فَاعِلَاتُن	فَاعِلُن	فَاعِلَاتُن	فَاعِلُن
فَاعِلَاتُن	فَاعِلُن	فَاعِلَاتُن	فَاعِلُن

۷۔ بحرِ بسیط:

مُستَفعِلُن فَاعِلُن مُستَفعِلُن فَاعِلُن
مُستَفعِلُن فَاعِلُن مُستَفعِلُن فَاعِلُن

۸۔ بحرِ سریع:

مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ
مُستَفعِلُن مُستَفعِلُن مَفعُولَاتُ

۹۔ بحرِ خفیف:

فَاعِلَاتُن مُستَفعِلُن فَاعِلَاتُن
فَاعِلَاتُن مُستَفعِلُن فَاعِلَاتُن

۱۰۔ بحرِ جدید:

فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن مُستَفعِلُن
فَاعِلَاتُن فَاعِلَاتُن مُستَفعِلُن

۱۱۔ بحرِ قریب:

مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن فَاعِلَاتُن
مُفَاعِیلُن مُفَاعِیلُن فَاعِلَاتُن

۱۲۔ بحرِ مشاکل:

فَاعِلَاتُن مُفَاعِیلُن فَاعِلَاتُن
فَاعِلَاتُن مُفَاعِیلُن فَاعِلَاتُن

مثلاً:

ا۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

تقطیع:

سِ تا رو سِ آ گے ج ہا او ربی ہے

فعو لن فعو لن فعو لن فعو لن

ابی عش ق کے ام ت حا او ربی ہے

فعو لن فعو لن فعو لن فعو لن

۲۔ آیئے آیئے آیئے آیئے

جایئے جایئے جایئے جایئے

تقطیع:

اا یئے اا یئے اا یئے اا یئے

فا علن فا علن فا علن فا علن

جا یئے جا یئے جا یئے جا یئے

فا علن فا علن فا علن فا علن

۳۔ دن رات فکرِ جور میں یوں رنج اٹھانا کب تلک

میں بھی ذرا آرام لوں، تم بھی ذرا آرام لوں

تقطیع:

دن	را	ت فک	رے	جو	رمے	یو رج	اٹا		
مس	تف	علن	مس	تف	علن	مس	تف	علن	

نا کب تلک

مس تف علن

مے	بی	ذرا	اا	را	م لو	تم	بی	ذرا	
مس	تف	علن	مس	تف	علن	مس	تف	علن	

اا را م لو

مس تف علن

۴۔ مرے ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا
مجھی سے پھر گلہ الٹا مرے چاکِ گریباں کا

تقطیع:

مرے	ہی	سا	منے	دا	من	اٹا	کر	نا
مفا	عی	لن	مفا	عی	لن	مفا	عی	لن

زسے چل نا

مفا عی لن

مجی	سے	پر	گلہ	ال	ٹا	مرے	چا	کے
مفا	عی	لن	مفا	عی	لن	مفا	عی	لن

گر یبا کا

مفا عی لن

زحافات

زحف کے معنی لغت میں اصل سے دور ہٹ جانا۔ اصطلاحِ عروض میں ان تغیرات کو کہتے ہیں جو ارکان میں ہوتے ہیں۔ تغیرات تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ کم کرنا اصل حروف سے

۲۔ کسی حرف کی زیادتی کرنا

۳۔ ساکن کرنا حرفِ متحرک کا۔

اس تغیر کے اعتبار سے بیت (شعر) کی دو قسمیں ہیں۔

سالم اور مزاحف

بیتِ سالم:

اسے کہتے ہیں جس کے سب ارکان اصلی حالت پر ہوں، حروف وحرکات کا تغیر نہ ہو، خواہ تعداد میں کمی بیشی واقع ہو یا نہ ہو۔

بیتِ مزاحف:

وہ ہے جس کے بعض یا سب ارکان اصلی حالت پر نہ ہوں، حرف و حرکات کا تغیر واقع ہو۔

بیت کے دو حصّے ہوتے ہیں ہر حصّہ کو مصرع کہتے ہیں۔ مصرع اوّل کے رکن اوّل کو صدر اور رکن آخر کو عروض کہا جاتا ہے۔ دوسرے مصرع کے رکنِ اوّل کو ابتدا اور رکنِ آخر کو ضرب یا عجز کہتے ہیں۔

خاص زحافات

ا۔ثلم:

فعولن کے 'ف' کو گرانے سے عُوْلُنْ رہ جاتا ہے۔عروض میں عولن کی جگہ فعلن استعمال ہوتا ہے ایسے رکن کو جس میں ثلم واقع ہوا ہو اثلم کہتے ہیں۔

بحر متقارب مثمن اثلم

۲۔حب:

رکن کے آخر سے دو سببِ خفیف گرانے کو ''حَبّ'' کہتے ہیں۔جیسے ''مفاعیلن'' سے ''عی لن'' گرادیا جائے تو ''مفا'' رہ جاتا ہے۔اس کی جگہ ہم ''فعل'' استعمال کرتے ہیں۔ایسے زحاف شدہ رکن کو ''محبوب'' کہتے ہیں۔

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن فعل

بحر ہزج مثمن محبوب

۳۔خرم:

اگر رکن کے پہلے حرف یا وتد مجموع کے پہلے حرف کو گرادیا جائے تو ''خرم'' واقع ہوتا ہے۔مثلاً: مفاعیلن سے ''م'' کو گرادیا جائے تو ''فاعیلن'' باقی رہ جاتا ہے۔اس کی جگہ ہم ''مفعولن'' استعمال کرتے ہیں اور اس زحاف شدہ رکن کو ''اخرم'' کہتے ہیں۔

مفعولن مفاعیلن مفعولن مفاعیلن

بحر ہزج مثمن اخرم

۴۔کشف:

اگر رکن ''مفعولات'' کی ''ت'' کو گرادیا جائے تو ''مفعولا'' باقی رہ جاتا ہے۔اس کی جگہ ہم ''مفعولن'' استعمال کرتے ہیں۔یہاں یہ بات یاد رہے کہ خرم

اور کشف دونوں کے بعد مفعولن باقی رہتا ہے۔ یہ زحاف ان ہی ارکان کے ساتھ مخصوص ہے۔

عام زحافات

عام زحافات کئی رکنوں میں آتے ہیں۔

ا۔ خبن:

لغوی معنی ہیں کپڑے کے کنارے کو لپیٹ کر سینا تا کہ کپڑا چھوٹا ہو جائے اور اصطلاحِ عروض میں جب رکن کے پہلے سببِ خفیف کا حرفِ ساکن گر جاتا ہے تو اسے خبن کہتے ہیں اور جن ارکان میں خبن واقع ہوتا ہے ان کو مخبون کہا جاتا ہے۔ جیسے فاعلاتن سے فعلاتن باقی رہتا اسی طرح فاعلن سے فعلن بنتا ہے۔ اسی طرح مستفعلن سے متفعلن رہ گیا اس کو مفاعلن سے بدل لیا جاتا ہے۔

۲۔ طی:

بمعنی لپیٹنا۔ عروض کی اصطلاح میں رکن کے پہلے دو سبب خفیف کے چوتھے کو گرا دینے کا نام ہے۔ اور جن ارکان میں یہ واقع ہو ان کو مطوی کہتے ہیں۔ جیسے: مفعولن سے 'و' گرایا جائے تو مفعلن باقی رہتا ہے۔ اس کو فاعلن سے بدل دیتے ہیں۔ اسی طرح مستفعلن سے 'ف' گرایا جائے تو مستعلن باقی رہتا ہے اس کو مفتعلن سے بدلتے ہیں۔

۳۔ قبض:

اس کے لغوی معنی ہیں پنجے سے پکڑ لینا اور عروض کی اصطلاح میں پانچویں حرفِ ساکن کے گرانا یعنی سببِ خفیف میں جیسے: مفاعیلن سے مفاعلن اور فعولن سے فعول۔ جن ارکان میں یہ واقع ہو ان کو مقبوض کہا جاتا ہے۔

۴۔ کف:

اس کے لغوی معنی ہیں باز رکھنا اور اصطلاح علم عروض میں ساتویں حرفِ ساکن کے گرانے کو کف کہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ساکن سببِ خفیف ہو جن ارکان میں کف واقع ہوتا ہے انھیں مکفوف کہا جاتا ہے۔

۵۔ قصر:

اس کے لغوی معنی ہیں چھوٹا کرنا اصطلاح عروض رکن کے آخر واقع شدہ سبب خفیف کا حرفِ ساکن کا گرانا اور اس ساکن حرف سے پہلے متحرک حرف کو ساکن کر دینا قصر کہلاتا ہے اور مزاحف رکن کو مقصور کہتے ہیں۔

جیسے: مفاعیلن میں سے 'ن' گرانا اور 'ل' کو ساکن کریں تو مفاعیل بنا، اسی طرح فعولن سے فعول۔

۶۔ قطع:

لغوی معنی ہیں کاٹنا اور عروض کی اصطلاح میں رکن کے آخر سے وتد مجموع کے حرفِ ساکن کو گرا کر اس کے پہلے حرف کو ساکن کر دینا قطع کہلاتا ہے۔

جیسے: مستفعلن سے 'ن' گرا کر 'ل' کو ساکن کرنا ہے۔ اسی طرح مستفعل باقی رہتا ہے۔ اس کی جگہ مفعولن لاتے ہیں۔

۷۔ حذف:

اس کے معنی ہیں گرا دینا، ڈال دینا۔ عروض کی اصطلاح میں رکن کے آخر سے ایک سببِ خفیف کو گرا دینا حذف کہلاتا ہے اور جس رکن میں یہ واقع ہو، اس کو محذوف کہتے ہیں۔

جیسے: فاعلاتن سے 'تن' گرا دیتے ہیں تو 'فاعلا' باقی رہا۔ اس کو فاعلن سے بدل دیتے ہیں۔ اسی طرح مفاعیلن سے 'لن' گرا دیتے ہیں تو 'مفاعی' باقی رہا اس کو فعولن سے بدل دیتے ہیں۔ اور مزاحف رکن کو محذوف کہتے ہیں۔

۸۔حذف:

بمعنی دُم کا چھوٹا ہونا۔عروضی اصطلاح میں رکن کے آخر سے وتدِ مجموع کا گرا دینا حذف کہلاتا ہے اور جس رکن میں یہ واقع ہو، اسے احذ کہتے ہیں۔

جیسے: فاعلن سے 'علن' گرایا جائے تو 'فا' باقی رہتا ہے اس کی جگہ 'فع' لاتے ہیں۔اسی طرح مستفعلن سے 'مستف' رہ گیا اس کو فَعْلُنْ سے بدل لیتے ہیں۔اسی طرح متفاعلن سے 'متفا' رہ گیا اس کو فَعِلُنْ سے بدل لیتے ہیں۔

۹۔تسبیغ:

لغت میں اس کے معنی ہیں تمام کرنا۔عروض کی اصطلاح میں رکن کے آخر میں واقع شدہ سببِ خفیف کے بیچ میں الف زیادہ کرنا تسبیغ کہلاتا ہے اور مزاحف رکن کو مسبّغ کہتے ہیں۔

جیسے: مفاعیلن اس کا آخری سببِ خفیف 'لن' ہے تسبیغ کے عمل سے اس کے بیچ میں یعنی نون سے پہلے الف زیادہ ہوگیا تو مزاحف رکن مفاعیلان بن گیا جو مستعمل ہے۔

۱۰۔اذالہ:

بمعنی دامن دراز کرنا اور اصطلاحِ عروض میں جس رکن کے آخر وتدِ مجموع ہے اس کے آخری حرف سے پہلے ایک الف زیادہ کردینے کا نام اذالہ ہے۔جس رکن میں یہ واقع ہو اُسے مُذال کہتے ہیں۔

جیسے: مستفعلن ، اذالہ کے عمل سے اس کے آخری حرفِ نون سے پہلے الف بڑھایا تو مستفعلان بن گیا جو بدلا نہیں جاتا یہی مستعمل ہے۔اسی طرح فاعلن سے فاعلان۔متفاعلن سے متفاعلان۔

۱۱۔وقف:

بمعنی کھڑا ہونا، عروض کی اصطلاح میں رکن کے آخر میں وتد مفروق ہو تو اس

کے آخری متحرک حرف کو ساکن کرنا، وقف کہلاتا ہے۔

جیسے: مفعولاتَ میں 'ت' متحرک ہے وقف کے واقع ہونے سے مفعولات بسکون 'ت' رہ گیا۔ اس کو مفعولان سے بدل لیا اور یہ تبدیلی مفعولات کی تمیز کے لئے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہیں۔

۱۲۔ شکل:

اس کے معنی لغت میں چوپائے کے پاؤں رسّی سے باندھنا ہیں اور اصطلاح عروض میں خبن اور کف کے اجتماع کا نام شکل ہے۔ جن ارکان میں یہ واقع ہو، انھیں مشکول کہتے ہیں۔

جیسے: فاعلاتن سے دوسرا اور ساتواں حرفِ ساکن خبن اور کف کی وجہ سے گرا تو باقی فَعِلاَتُ رہ گیا۔ یہ اسی طرح مستعمل ہے اس لئے بدلا نہیں جاتا۔

۱۳۔ خرب:

اس کے لغوی معنی ہیں ویران کرنا۔ اصطلاحِ عروض میں خرم وکف کے اجتماع کو خرب کہتے ہیں۔ خرم سے مراد ہے رکن کے پہلے وتدِ مجموع کا پہلا حرف گرا دینا اور کف سے مراد ہے رکن کا ساتواں حرفِ ساکن گرا دینا۔ یہ زحاف صرف ایک ہی رکن مفاعیلن میں واقع ہوتا ہے جب خرب واقع ہو تو مفاعیلن کا 'م' گرا دیا جاتا ہے اور کف کی وجہ سے 'ن' گر جاتا ہے۔ باقی 'فاعیل' رہ گیا جسے مانوس اور ہم وزن 'مفعول' سے بدل لیا جاتا ہے۔ جس رکن میں یہ واقع ہوا ہو، اس کو اخرب کہتے ہیں۔

۱۴۔ خبل:

اس کے معنی ہیں ہاتھ د پاؤں کاٹنا اور عروض کی اصطلاح میں خبن اور طی کے اجتماع کو خبل کہتے ہیں، جن ارکان میں واقع ہو انھیں مخبول کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ ہتم:

اس کے لغوی معنی ہیں جڑ سے دانت توڑنا۔ اصطلاحِ عروض میں حذف و قصر

کے اجتماع کو ہتم کہتے ہیں اور مزاحف رکن ہتم کہلاتا ہے۔ حذف سے مراد ہے رکن کے آخر سے ایک سببِ خفیف کا گرا دینا اور قصر سے مراد ہے رکن کے آخر واقع شدہ سببِ خفیف کا گرانا اور اس کے ماقبل حرفِ متحرک کو ساکن کر دینا ہے۔

جیسے: مفاعیلن میں حذف کے عمل سے آخری سببِ خفیف 'لن' گر گیا باقی 'مفاعی' رہ گیا۔ قصر کے واقع ہونے سے اس باقی ماندہ رکن 'مفاعی' کا 'ی' گرا دیا جاتا ہے تو 'مفاع' باقی رہ جاتا ہے اور 'ع' جو متحرک تھا ساکن کر دیا جاتا ہے۔ اس کو 'فَعُوْلُ' سے بدل لیا۔ یہ زحاف مصرع کے آخر میں آتا ہے۔

۱۶۔ شتر:

لغت میں اس کے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جانے کے ہیں لیکن عروضیوں کی اصطلاح میں خرم و قبض کے اجتماع کو شتر کہتے ہیں۔ خرم سے مراد ہے پہلے وتدِ مجموع کا پہلا حرف گرانا اور قبض سے مراد ہے پانچواں حرفِ ساکن گرانا۔ یہ صرف ایک رکن مفاعیلن میں آتا ہے۔ خرم کے واقع ہونے مفاعیلن کا 'م' گر گیا اور قبض کے سبب پانچواں حرف حرفِ ساکن گر گیا تو باقی فاعلن رہ گیا۔ یہ بدلا نہیں جاتا کیوں کہ یہی مستعمل ہے۔

تقطیع کے اصول

کسی مصرع کے حروف کی حرکتوں اور سکنات کو کسی بحر کے ارکان کی حرکتوں اور سکنات سے تطابق یا مقابلہ کرنے کو مصرعوں کا وزن کرنا یا تقطیع کرنا کہتے ہیں۔ تقطیع میں مصرع کے الفاظ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تقطیع میں مصرع کے ان حروف، حرکات اور سکنات کا لحاظ رکھا جاتا ہے جو لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔ ایسے حروف کو مکتوبی ملفوظی کہا جاتا ہے۔

مثلاً: صولت: وہ حروف جو لکھے تو جاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے، انہیں حروف مکتوبی غیر ملفوظی کہا جاتا ہے۔ مثلاً: فی الحقیقت میں (ی، ا) حروف، شمس الضحیٰ میں (ا، ل، ی) حروف اگر چہ لکھے گئے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے۔ انہیں بوقت تقطیع شمار نہیں کیا جاتا۔ وہ حروف جو لکھے نہیں جاتے مگر پڑھے جاتے ہیں، انہیں حروفِ ملفوظی غیر مکتوبی کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ حروف تقطیع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً: ہمّت کو جو مشدّد ہے تقطیع میں ''ہم مت'' شمار کیا جائے گا۔ شعر کی تقطیع میں حروف کی صوتیات کا بڑا دخل ہے۔ تقطیع میں زبر کا زبر سے، زیر سے زیر سے یا پیش کا پیش سے مقابلہ نہیں کیا جاتا صرف حرکت کا حرکت سے خواہ اس کے اعراب الگ الگ کیوں نہ ہوں تطابق کیا جاتا ہے اور سکون کا سکون سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ تقطیع میں اختلافِ حرکات کا اعتبار نہیں۔ حروف ملفوظ کا اعتبار ہوتا ہے غیر ملفوظ کا نہیں۔

حروفِ مکتوبی غیر ملفوظی

ا۔ عربی الفاظ کے الف، لام، ی اور تنوین:

عربی الفاظ کا وہ الف جو لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا وہ تقطیع میں شمار نہیں

ہوتا بوقت تقطیع گرادیا جاتا ہے۔ مثلاً: اناالحق، بالآخر، بالفرض، غریب الوطن میں الف گر جائے گا اور وہ الفاظ انلحق، بلآخر، بلفرض اور غریبلوطن ہو جائیں گے۔ اسی طرح وہ الف لام جو لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے ان کا تقطیع میں شمار نہیں ہوتا۔ مثلاً: غریب الدّیار، توبۃ النصوح، عبدالسّلام الفاظ کا الف اور لام بوقت تقطیع گرا دیئے جاتے ہیں اور یہ الفاظ غریبد دیار، توبتّصوح، عبدسّلام ہو جاتے ہیں۔ یہی حال 'ی' اور 'الف' کا بھی ہوتا ہے جو الفاظ میں لکھے جاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جاتے مثلاً: فی الوقت، فی الحال میں ''ی'' اور ''الف'' جن کا تلفظ نہیں کیا جاتا تقطیع میں شمار نہیں کئے جاتے ان الفاظ کی جگہ فِلوقت اور فِلحال الفاظ تقطیع میں شمار ہوتے ہیں۔ عربی الفاظ میں دوزبر، دوزیر اور دو پیش کو تنوین کہتے ہیں۔ یہ بوقت تقطیع ساکن نون بن جائے گی۔ مثلاً: کلمات ''وقتاً، فوقتاً'' تنوین بدل کر وقتن فوقتن ہو جائیں گے۔

۲۔ الف وصل:

وہ الف جو کسی لفظ کے آغاز میں ہو اور اس سے قبل کے لفظ کا آخری حرف ساکن ہو اور وہ تلفظ ادا کرنے میں بعد کے حرف الف سے مل جائے تو ایسے الف کو الف وصل کہتے ہیں۔ یہ شعری ضرورت کی تکمیل کی خاطر تقطیع میں گرایا جا سکتا ہے اور بوقت تقطیع اس الف کی حرکت، اس سے بیشتر حرف کو دی جاتی ہے اس عمل کو ادغام کہتے ہیں۔ مثلاً: ''غم اگراتنا تھا''، ''علم اپنے واسطے''، ''گر ایسا ہی'' کا الف وصل بوقت تقطیع گر کر بالترتیب وہ کلمات ''غم گراتنا تھا''، ''علمپنے واسطے''، ''گریسا ہی'' ہو جائیں گے۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے الف وصل کی صورت اور واضح ہو جائے گی۔

۱۔ سن اے غارتگرِ جنسِ وفا سُن

شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

بوقت تقطیع الف وصل کے گرنے پر اس شعر کی صورت یوں ہوگی۔۔۔۔۔

سنے غارتگرِ جنسِ وفا سن	شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا
مفاعیلن مفاعیلن فعولن	مفاعیلن مفاعیلن فعولن

۲۔ ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا (فَعِلُنْ آٹھ بار)

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا (فَعِلُنْ آٹھ بار)

اس شعر کے پہلے مصرع میں آدمی کا پہلا الف، الف وصل بننے کی تمام تین شرائط کی تکمیل کرتا ہے۔ اس لئے وہ الف وصل ہے جس کو بوقت تقطیع شعری ضرورت کی بناء پر گرا دیا جا سکتا ہے۔ اسی مصرع میں لفظ ''اُس'' کا الف اگر جب کہ پہلی دو شرائط کی تکمیل کرتا ہے مگر اسے پیشتر حرف ''ی'' سے میل نہیں کھاتا اس لئے تیسری شرط پوری نہیں ہوئی۔ چنانچہ یہ الف، الف وصل کی تعریف میں نہیں آتا۔

۳۔ مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا

مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن

اس شعر کے پہلے مصرع میں لفظ ''اس'' کا الف اپنے پیشتر حرف نون غنّہ سے اور دوسرے مصرعے میں ''اگر'' کا الف اپنے سے قبل واؤ سے میل نہیں کھاتا۔ اگر چہ یہ دو الف، الف وصل بننے کی پہلی دو شرائط کی تکمیل کرتے ہیں مگر تیسری شرط کی تکمیل نہ ہونے سے یہ ہر دو الف، الف وصل نہیں ہوں گے اور وہ تقطیع میں شمار ہوں گے۔

۴۔ بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں

فاعلاتن مفاعلن فعلن

حالت اب اضطراب کی سی ہے

فاعلاتن مفاعلن فعلن

اس شعر میں ''اس'' اور ''اب'' کا الف، الف وصل ہے۔ اضطراب کا الف تلفظ کے اعتبار سے اس قبل حرف ''ب'' ساکن سے پڑھنے میں میل نہیں کھاتا، اس لئے یہ ''الف وصل'' کی تعریف میں نہیں آتا چنانچہ یہ الف تقطیع میں شمار ہوگا۔

۳۔ واؤ معدولہ:

وہ واؤ جو لکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا واؤ معدولہ کہلاتا ہے۔ یہ تقطیع میں شمار نہیں ہوتا۔ مثلاً: کلمات خواب، خود، خوش، خواہ، خواری، خواہش، میں واؤ معدولہ ہے جو بوقت تقطیع گرادیا جاتا ہے اور یہ الفاظ اپنی شکل بدل کر خاب، خُد، خُش، خاہ، خاری، خاہش ہوجاتے ہیں اور اسی قبیل سے دوبارہ، دوچار وغیرہ کے واؤ بھی تقطیع میں گرادیے جاتے ہیں۔ مثلاً:

رہتے ہیں آئینہ سے ہمیشہ دوچار آپ
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

تنہا ہی لوٹتے ہیں یہ ساری بہار آپ
مفعول فاعلات مفاعیل فاعلان

۴۔ واؤ عاطفہ:

دو الفاظ کو ملانے والے واؤ کو جس کے معنی اور کے ہوتے ہیں۔ واؤ عطف یا واؤ عاطفہ کہتے ہیں۔ اگر یہ واؤ مختصر پڑھا جائے یعنی اس سے پیشتر کے حرف پر ہلکا سا پیش ہو تو ایسا واؤ ضرورت شعری کی بناء پر تقطیع میں گرادیا جاسکتا ہے۔ مثلاً: شور وشر، رنج وغم میں واؤ عاطفہ اپنے پیشتر حرف پر ہلکا سا پیش ہونے کی وجہ مختصر پڑھا جارہا ہے، اس لئے یہ تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا، مثلاً

مرا سینہ و دل، مرا جان و جگر
فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

ترے تیر نظر کا نشانہ رہا
فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

مصرع اولیٰ میں سینہ و دل کا واؤ عاطفہ خود کھل کر پڑھا جارہا ہے اس لئے تقطیع

میں شمار ہوگا اسی مصرع میں جانِ وجگر کا واؤ عطف اس سے قبل حرف نون پر ہلکا پیش ہونے کی وجہ سے مختصر پڑھا جارہا ہے ایسا واؤ تقطیع میں گرادیا جاتا ہے۔ اگر واؤ عاطفہ سے قبل کے حرف کا پیش کھل کر پڑھا جائے تو یہ واؤ تقطیع میں شمار ہوگا مثلاً رحیم وکریم، فضل وکمال میں واؤ کھل کر پڑھے جانے کی وجہ تقطیع میں شمار کیا جاتا ہے اور یہ الفاظ رحیمو کریم اور فضلوکمال ہوجائیں گے۔ مثلاً:

ساغرِ مئے گل رنگ کا بھر کر مجھے دے ساقیا
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

زہدوورع جھگڑا ہے کیا عہدِ جوانی مفت ہے
مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

مصرع ثانی میں واؤ سے پہلے حرف دال پر کھلا پیش ہے اس لئے یہ واؤ تقطیع میں شمار ہوگا۔ چوں کہ ہلکے پیش اور کھلے پیش میں واضح فرق نہیں ہوتا اس لئے ان کے بعد آنے والے واؤ عاطفہ میں بدلے ہوئے علاقائی تلفظ کی وجہ تمیز کرنا آسان نہیں ہے اس لئے ان میں الٹ پلٹ ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔ اس میں اساتذہ کے کلام کو رہنما بنایا جائے تو بہتر ہے۔

۵۔ ہائے مختفی:

ہائے مختفی وہ ہائے ہوّز ہے جو کسی مفرد لفظ کے آخر میں آئے اور اپنے سے پہلے حرف کی حرکت کو ظاہر کرے۔ یہ تقطیع میں شمار نہیں کی جاتی۔ مثلاً: نامہ، پروانہ، بیگانہ، غنچہ، ضابطہ، سابقہ، قرینہ، مستانہ، ویرانہ، تحفہ، نشانہ، سرمایہ، ورنہ، کہ، یہ، نہ، وہ وغیرہ کی ہائے مختفی بوقت تقطیع گرادی جاسکتی ہے۔ بعض اوقات شعری ضرورت کی بناء پر یہ کبھی "الف" یا "ے" کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ساکن بن کر تقطیع میں شمار ہوتی ہے۔

۶۔ ہندی کے مخلوط حروف:

وہ حروف جو دوسرے حروف کے ساتھ مل کر پڑھے جاتے ہیں اور مرکب آواز

نکالتے ہیں تقطیع میں ایک ہی حرف شمار کیے جاتے ہیں۔مثلاً: ہندی ہائے مخلوط، ہائے مخلوط اور نون مخلوط۔

۷۔ ہندی ہائے مخلوط:

دوچشمی ''ھ'' جو دوسرے حروف سے مخلوط ہو کر پڑھی جاتی ہے تقطیع میں شمار نہیں کی جاتی یہ اس قبل کے حرف میں شامل ہو کر ایک ہی حرف کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جو حروف ''ھ'' سے مخلوط ہیں وہ پندرہ یہ ہیں:

بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، دھ، ڈھ، رھ، ڑھ، کھ، گھ، لھ، مھ اور نھ ہیں۔

۸۔ ہندی یائے مخلوط:

یہ ''ے'' اپنے سے پہلے حرف سے مرکب ہوتی ہے اور ایک ہی حرف کی آواز بن جاتی ہے۔ایسی ''ی'' تقطیع میں شمار نہیں ہوتی۔مثلاً: کیا، کیوں، پیار، دھیان، گیارہ، کیاری وغیرہ الفاظ ''ے'' کے گر جانے کے بعد بوقت تقطیع کا، کوں، پار دھان، گارہ، کاری بن جاتے ہیں۔

۹۔ ہندی نون مخلوط:

یہ نون مخلوط، اپنے سے پہلے حرف سے مرکب ہوتا ہے اس کو تقطیع میں ایک ہی حرف سمجھا جائے گا۔مثلاً: انگرکھا، بندھنا اور بھنور کا نون تقطیع میں گرا دیا جاتا ہے اور یہ الفاظ تقطیع میں اگرکھا، بدھا، بھور شمار کیے جاتے ہیں۔

۱۰۔ نون غنّہ اور نون غنہ میم:

نون غنّہ اگر وہ کسی حرف علّت (ا، و، ی) کے بعد آئے ایسی نون غنہ تقطیع میں شمار نہیں ہوتی۔مثلاً: جھونکا کا نون گر کر یہ لفظ جھوکا ہو جائے گا۔اگر نون غنہ حروف علت کے بعد نہ آئے اس نون غنہ کا تقطیع میں شمار ہوگا۔مثلاً: لفظ رنگ کی نون غنہ تقطیع میں شمار ہوگی۔اسی طرح وہ نون غنہ جو میم کا تلفظ دیتی ہو وہ میم بن کر تقطیع میں شمار ہوگی۔مثلاً:

انبہ، انبیاء، منبر، انبساط، تقطیع میں امبہ، امبیا، ممبر، امبساط کی شکل اختیار کرلیں گے۔

۱۱۔ ہندی حروف علت اور علامات جمع:

حروف علّت جب ہندی الفاظ کے آخر میں ہوتے ہیں تو ضرورت شعری کی خاطر تقطیع میں شمار نہیں کئے جاتے۔ جہاں تک ممکن ہو یہ حروف علت نہ گرائے جائیں تو بہتر ہے عربی اور فارسی الفاظ میں تو یہ ہرگز نہیں گرائے جاتے۔ ہندی الفاظ سے حروف علت گرائے جانے اور علامات جمع گرائے جانے کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۲۔ واؤ معروف ہندی:

وہ ہندی واؤ جو لفظ کے آخر میں ہو اور اس سے قبل کے حرف پر ہلکا پیش ہو تو ایسا واؤ ضرورت شعری کی بنیاد پر تقطیع میں گرایا جاسکتا ہے۔ مثلاً: سو، تو، گھنگرو کا واؤ تقطیع میں شمار نہیں ہوگا۔

۱۳۔ واؤ مجہول ہندی:

وہ ہندی واؤ جو لفظ کے آخر میں ہو اور اس سے قبل کے حرف پر ہلکا پیش ہو تو ایسا واؤ ضرورت شعری کی بنیاد پر تقطیع میں گرایا جاسکتا ہے۔ مثلاً: جُو، تُو، گُو، دُو وغیرہ کا واؤ تقطیع میں شمار نہیں ہوگا۔

۱۳۔ الف اسم ہندی:

وہ الف جو مصرعے کے درمیان واقع ہونے والے ہندی اسماء کے آخر میں آتا ہے اور ملفوظ نہ ہو شعری ضرورت کی خاطر تقطیع میں گرایا جاسکتا ہے۔ جب یہ گرجاتا ہے تو اس سے قبل حرف کی حرکت جوں کی توں باقی رہتی ہے۔ مثلاً: اندھیرا، اندھیرَ ہوجائے گا۔

۱۴۔ الف فعل ہندی:

وہ الف جو مصرعے کے درمیان واقع ہونے والے ہندی فعل کے الفاظ کے آخر

میں آتا ہے اور ملفوظ نہ ہو اشعار کا وزن کرتے وقت ضرورتِ شعری کی بناء پر تقطیع میں گرایا جا سکتا ہے۔ مثلاً: 'گرا تھا' میں الف گرایا جا سکتا ہے۔

۱۵۔ الف مصدر ہندی:

وہ الف جو مصرعے کے درمیان واقع ہونے والے ہندی مصدر الفاظ کے آخر میں آتا ہے اور کھل کر نہیں پڑھا جاتا تقطیع میں شعری ضرورت کی خاطر گرایا جا سکتا ہے۔ مثلاً: آنا، جانا، کودنا وغیرہ کا الف گر جائے گا اور وہ الفاظ تقطیع کے لئے آنَ، جانَ، کودنَ ہو جائیں گے۔

۱۶۔ وہ یائے معروف ہندی:

وہ یائے معروف ''ی'' جو ہندی الفاظ کے آخر میں آئے اور کھُل کر نہ پڑھی جائے ضرورتاً تقطیع میں گرادی جا سکتی ہے۔ مثلاً الفاظ ایسی، کیسی، ہوتی کی یائے معروف اشعار کا وزن کرتے وقت شمار نہیں ہوگی۔

۱۷۔ یائے مجہول ہندی:

وہ یائے مجہول ''ے'' جو ہندی الفاظ کے آخر میں آئے اور کھل کر نہ پڑھی جائے ضرورت شعری یعنی تقطیع میں بحر کے ارکان سے میل کھانے کے لئے گرادی جا سکتی ہے۔ مثلاً: الفاظ کے، نے، تھے، ہے کی یائے مجہول تقطیع میں شمار نہیں ہوگی اور یہ الفاظ کِ، نِ، تِ، ہِ ہو جائیں گے۔

۱۸۔ ہندی جمع کی ''ے'':

ہندی جمع کی ''ے'' حسبِ ضرورت شعری گرادی جا سکتی ہے۔ مثلاً لڑکے، ٹکڑے، گھوڑے الفاظ میں ''ے'' گرانے کے بعد لڑکِ، ٹکڑِ، گھوڑِ الفاظ رہ جائیں گے جو تقطیع میں شمار ہوں گے۔ اس تبدیلی کو بعض اہلِ فن جائز نہیں سمجھتے۔

۱۹۔ ہندی جمع کی ''ی ن'' اور ''و ن'':

ہندی قاعدے سے بنائی ہوئی جمع کی ''ی ن'' اور ''و ن'' ضرورت شعری کی بناء پر تقطیع میں گرا دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً: آنکھیں، نظریں، آنکھوں وغیرہ میں الفاظ تقطیع میں آنکِ، نظرِ، آنکُ، ہو جائیں گے۔ بعض اہلِ فن اس کو جائز نہیں سمجھتے۔

حروف ملفوظی غیر مکتوبی

وہ حروف جو لکھنے میں نہیں آتے مگر پڑھنے میں آتے ہیں حروف ملفوظی غیر مکتوبی کہلاتے ہیں۔ یہ تقطیع میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ایسے حروف کی عام صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ تشدید:

تشدید والا حرف مشدّد کہلاتا ہے جو ایک دفعہ لکھا جاتا ہے مگر دو دفعہ پڑھا جاتا ہے اس پر تشدید کی علامت (ّ) ہوتی ہے۔ یہ حرف تقطیع میں دوبار شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لفظ ہمّت بوقتِ تقطیع 'ہم مت' ہو جائے گا۔

۲۔ الف ممدودہ:

مد والا الف (الف ممدوہ) دوحرفی یعنی دو مرتبہ الف پڑھا جائے گا۔ پہلا الف متحرک ہوگا اور دوسرا الف ساکن ہوگا۔ مثلاً: آ، آمد، آج الفاظ اا، اامد۔ اآج ہو جائیں گے اور تقطیع میں شمار ہوں گے۔

۳۔ الف مقصورہ:

وہ الف جو لکھنے میں کھڑا زبر ہوتا ہے تقطیع میں الف ساکن ہو جائے گا۔ مثلاً الفاظ مصطفیٰ، الٰہی، معنیٰ بوقت تقطیع مصطفا، الاہی، معنا ہو جائیں گے۔

۴۔ ہمزۂ اضافت:

جب ہمزہ سے اضافت کا کام لیا جاتا ہے اور وہ ''سے'' کا تلفظ ادا کرتی ہو یعنی کھینچ کر پڑھی جاتی ہو تو ہمزہ کی وہ اضافت بھی ایک حرف کے برابر شمار ہوتی ہے۔ مثلاً: ''جلوۂ طور'' تقطیع میں ''جَلْوَ اے طور'' بروزن فاعلاتن فع ہو جائے گا۔

۵۔ ہمزہ ''واؤ'':

جس ''واؤ'' پر ہمزہ ہو تو وہ ہمزہ ایک اور واؤ شمار ہوگی لہٰذا تقطیع میں طاؤس، رؤف، الفاظ طاووس اور رووف ہو جائیں گے۔

۶۔ ہمزہ ''ءی'':

جس ''ی'' پر ہمزہ ہوگی وہ تو ایک حرف نظر آئے گی مگر تقطیع میں اس کو دو حرفی شمار کیا جائے گا۔ مثلاً الفاظ کئی، کوئی تقطیع میں ''ک ءی'' اور ''کو ءی'' شمار ہوں گے۔

۷۔ اضافت یا یائے باطنی:

جب علامت اضافت اس قدر کھینچ کر پڑھی جائے کہ وہ ''سے'' کی آواز دے تو اس اضافت زیر کو تقطیع میں ایک علاحدہ حرف ''ے'' سمجھا جائے گا۔
مثلاً: عروسِ چمن، تیغِ جفا الفاظ تقطیع میں عروسے چمن، تیغے جفا ہو جائیں گے۔ اگر یہ اضافت مختصر پڑھی جا رہی ہے تو اس کو تقطیع میں صرف متحرک زیر شمار کیا جائے گا۔

ساکن حروف کا متحرک ہونا یا گر جانا

تقطیع میں بعض ساکن حروف متحرک کر لئے جاتے ہیں اور بعض عمداً گرا دیئے جاتے ہیں تا کہ مصرعوں کا وزن کرتے وقت بحر کے اصل وزن میں غلطی یا کمی بیشی نہ

واقع ہو۔ عام طور پر ان کی تین صورتیں ہیں۔

ا۔ دوساکن:

مصرع میں جب کسی لفظ کے آخر میں دو ساکن حروف ایک ساتھ ہوں تو پہلا ساکن حرف ساکن ہی رہتا ہے البتہ دوسرا آخری ساکن تقطیع میں متحرک کرلیا جاتا ہے۔ مثلاً:

دَرْدْ کا آخری 'دْ' متحرک ہوجائے گا دَرْدِ۔ اسی طرح مست، قدر الفاظ مستِ اور قدرِ ہوجائیں گے۔ جیسے:

زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یارب

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

تیر بھی سینۂ بسمل سے پُر افشاں نکلا

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

یہاں زخم کی میم، داد کی دال اور تیر کی ''ر'' الفاظ میں دوسرا ساکن ہونے کی وجہ سے متحرک شمار کئے جاتے ہیں۔

۲۔ تین ساکن:

مصرع میں جب کسی لفظ کے آخر میں تین ساکن مسلسل آئیں تو تقطیع کے لئے پہلا ساکن، ساکن برقرار رہے گا اس کے دوسرے یعنی درمیانی ساکن کو حرکت دیجاتی ہے اور تیسرے یعنی آخری ساکن کو اس کی دبی آواز ہونے کی وجہ تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا اس کو بوقت تقطیع گرادیا جاتا ہے۔ ایسا عموماً چار حرفی الفاظ میں ہوتا ہے۔ مثلاً: تقطیع میں وزن کرتے وقت الفاظ دوست، راست، سوخت بدل کر دوس، راس اور سوخ ہوجائیں گے۔

مرا دشمن اگرچہ زمانہ رہا

فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

ترا یوں ہی میں دوست یگانہ رہا

فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن فَعِلُن

اس شعر کے دوسرے مصرعے میں دوست کا سین دوسرا ساکن ہونے کی وجہ متحرک ہوگیا اور ''ت'' تیسرا ساکن ہونے کی وجہ سے گرادی گئی ہے۔

۳۔ مصرع اولیٰ کے ساکن:

اگر پہلے مصرع کے آخر لفظ میں تین ساکن ہوں تو آخری دو ساکن حروف تقطیع میں (وزن کرتے وقت) اگر وہ بحر سے باہر ہوں تو گرادئے جاتے ہیں۔ یہ عموماً چار حروف والے الفاظ میں ہوتا ہے۔ مثلاً:

نہیں دیتی دکھائی صورت زیست

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

غضب صورت ہوں آیا دیکھ کر آج

مفاعیلن مفاعیلن فعولن

اس شعر کے پہلے مصرع کے آخری لفظ زیست میں مسلسل تین ساکن ہیں آخری دو ساکن بحر سے باہر ہونے کی وجہ وزن کرتے وقت شمار نہیں کیئے جاتے۔

تقطیع کی مشق:

تقطیع کی مشق سے پہلے تقطیع کے اصول وضوابط کو بار بار سمجھ کر پڑھ لیں تا کہ الفاظ میں تبدیلی سے جو صورتیں بنتی ہیں وہ اچھی طرح یاد ہوجائیں پھر مندرجۂ ذیل طریقہ پر تقطیع کی مشق کریں۔

۱۔ تقطیع کے لئے دیئے ہوئے مصرع میں پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ مصرع میں کون کونسے حروف متحرک ہیں اور کون کونسے حروف ساکن ہیں۔ اس کے لئے مصرع کے ہر حرف پر اعراب لگائے جائیں۔

۲۔مصرع میں وہ حروف جومکتوبی ہیں ملفوظی نہیں ہیں گرا دیئے جائیں۔

۳۔مصرع میں ان حروف کا شمار کیا جائے جوملفوظی ہیں غیر مکتوبی ہیں۔

۴۔اس کے بعد تقطیع کے اور بھی دیگر قواعد کے مطابق مصرع کے حروف میں ضروری کانٹ چھانٹ اور اضافہ کئے جائیں۔

۵۔ بعد ازاں مصرع میں الفاظ کے آخر میں آنے والے دو یا تین ساکنوں کا تعین کیا جائے دوسرے ساکن کو متحرک اور تیسرے ساکن کو اگر ہو تو گرا دیا جائے۔

٦۔اب اس صاف ستھرے مصرع کو لکھ کر اس کے پہلے دو تین اعراب کی مدد سے اس مصرع کی بحر تلاش کی جائے اگر مصرع کے شروع میں ''سبب'' ہو تو سبب سے شروع ہونی والی بحروں میں اور اگر مصرع ''وتد'' سے شروع ہو رہا ہے تو وتد سے شروع ہونے والی بحروں میں اس مصرع کی بحر تلاش کی جائے۔

۷۔متعلقہ بحر کے ارکان کو ترتیب وار اعراب سمیت لکھا جائے۔

۸۔ پھر مصرع کے الفاظ اور حروف کو بحر کے ارکان کے نیچے اس طرح لکھا جائے کہ متحرک کے نیچے متحرک اور ساکن کے نیچے ساکن آئے اس طریقہ میں اگر مصرع کے الفاظ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۹۔ جب یہ مصرع متعلقہ بحر کے ارکان پر پورا پورا اترے تو یہ مصرع اس بحر میں باوزن ہوگا۔اسی طرح اس بحر سے غزل کے دوسرے مصرعوں کی بھی مندرجہ بالا طریقہ سے جانچ کرلی جائے تاکہ غزل کے تمام مصرعے ایک ہی بحر کے وزن پر رہیں۔

تقطیع کی مثالیں

مثال۔۱

مصرع: اسیرِ ناتواں ہے یہ، نہ دے زنجیر کو جھٹکا

مندرجہ بالا مصرع کی تقطیع اس طریقہ پر ہوگی۔

۱۔اس مصرع کے پہلے لفظ میں اسیر کے ''ر'' کے نیچے فارسی اضافت کا زیر ہے جو کھینچ کر پڑھا جا رہا ہے یہ ''ے'' کی شکل اختیار کرے گا جو ساکن رہے گی۔

۲۔دوسرے لفظ میں ''تواں'' کا نون غنّہ گر جائے گا اور کلمہ ''توا'' رہ جائے گا۔

۳۔چوتھے لفظ ''یہ'' کی ہائے مختفی ''ے'' کی شکل اختیار کرلے گی۔

۴۔پانچویں لفظ ''یہ'' کی ہائے مختفی ''ے'' کی شکل اختیار کرلے گی۔

۵۔چھٹے لفظ زنجیر کی ''ر'' دوسرا رکن ہونے کی وجہ متحرک ہو جائے گی۔

۶۔اس طرح تقطیع کی خاطر کانٹ چھانٹ کے بعد اس مصرعہ کی حالت یوں ہوگی۔

اَسیرے نَا تُوَ اہے ے نَ دے زَنجیرَ کو جھٹکا

۷۔اب مصرع کے پہلے دو تین اعراب یعنی ''اسی'' کو رہنما بناتے ہوئے اس مصرع کی موزوں بحر تلاش کیجئے جس کا پہلا حرف متحرک، دوسرا حرف متحرک اور تیسرا ساکن ہونا چاہئے اس طرح وہ بحور جن کی ابتداء میں فَعُوْ ،مَفَاْ یا اس قسم کے مقررہ اعراب والے ارکان ہوں گے وہ اس مصرع کے متوقع بحور ہو سکتے ہیں چنانچہ وہ بحور جن کی ابتدا مستفعلن ،فاعلن ،فاعلاتن جیسے ارکان سے ہوگی وہ اس مصرع کے قطعاً بحور نہیں ہو سکتے اس لئے مصرع کے پہلے تین اعراب ایسی بحروں کے پہلے تین اعراب سے قطعاً میل نہیں کھاتے۔

۸۔اب بحر کے لئے ان بحروں میں تلاش کیجئے جس کی ابتداء وتدِ مجموع یعنی فَعُوْ ،مَفَا وغیرہ سے ہوتی ہو جس کا مصرع کے ابتدائی اعراب سے تطابق ہو۔اس مصرع کے لئے بحر''مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن''موزوں رہے گی۔

۹۔اب اس بحر کے ارکان کے نیچے مصرع کے الفاظ اس طرح لکھے جائیں کہ بحر کے ارکان کے متحرک حروف کے نیچے مصرع کے متحرک حروف اور ساکن حروف کے نیچے مصرع کے ساکن حروف ہوں اس طریقہ میں اگر مصرع کا کوئی لفظ مثلاً ناتوا ٹکڑے بن کر ''نا'' اور ''توا'' الگ الگ ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔اس طرح بحر اور

دیئے ہوئے مصرع کی حالت یوں ہوگی۔

اسیرے نا	تواہے یے	نَ دے زنجی	رکو جھٹکا
مَفاَعیلُن	مَفاَعیلُن	مَفاَعیلُن	مَفاَعیلُن

۱۰۔ اب اس بحر سے غزل کے دوسرے تمام مصرعوں کا وزن (تقطیع) کیجئے اگر سب کے سب مصرعے اس بحر پر برابر اتریں تو ان مصرعوں اور اشعار کی غزل منتخبہ بحر پر ہوگی۔ یہ بحر ہزج سالم ہے۔

مثال۔۲

شعر: وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کے برلانے والا

تقطیع:	وہ نبیو	مِ رحمت	لقب پا	نِ والا
	فَعُولُن	فَعُولُن	فَعُولُن	فَعُولُن
	مرادے	غریبو	کِ برلا	نِ والا
	فَعُولُن	فَعُولُن	فَعُولُن	فَعُولُن

رکن: فعولن

بحر: متقارب مثمن سالم

چند عروضی اصطلاحات

افاعیل (رکن): کچھ فرضی الفاظ جن کے ذریعہ الفاظ یا اشعار کا وزن ظاہر کیا جاتا ہے۔ یعنی افاعیل وہ پیمانے ہیں جن پر الفاظ یا اشعار کا وزن تلتا ہے۔ مثلاً مجاہد کے وزن کو افاعیل میں ظاہر کریں تو اس لفظ کا وزن فعولن ٹھہرے گا۔ افاعیل کو تفاعیل بھی کہتے ہیں۔ تمام افاعیل میں ف، ع، ل یہ تین حروف ضرور ہوتے ہیں۔ چوں کہ افاعیل سب مانوس ہو چکے ہیں اس لئے ان کی جگہ نامانوس الفاظ رکھنا غلط تو نہیں لیکن نامناسب ضرور ہے۔ مثلاً جہاں مفعولن کہنا ہو وہاں فاعیلن یا مستفعل کہنا ٹھیک نہیں۔

الف موصولہ:

وہ الف جو کسی لفظ کے شروع میں ہو اور جس کی آواز اس لفظ کے فوراً پہلے آنے والے لفظ کے آخری حرف سے اس طرح مل جائے کہ الف کے بجائے صرف زبر سنائی دیے۔ مثلاً: آتش ع ہم اور بلبل بیتاب گفتگو کرتے ہیں ''اور'' کا الف ''ہم'' کی میم سے موصول ہوگیا ہے۔ اس طرح ہم + اور کی جگہ صرف ''ہمور'' سنائی دیتا ہے۔

اوتاد: وتد کی جمع۔

بحر:

اوزان کی مقررہ ترتیب جس کا کوئی نام بھی ہو۔ مثلاً: ہزج بروزن شجر جو مفاعیلن یا مفاعیلن سے برآمد کئے گئے اوزان کی ترتیب سے بنتی ہے۔ دیکھئے سالم بحر۔

تحریک:

کسی حرف کو متحرک کر دینا یا اس کا اصلاً متحرک ہونا۔

حرف:

کوئی بھی آواز جو بولنے میں سنائی دے یا لکھنے میں دکھائی دے۔

حرف مکتوبہ:

وہ آواز جو لکھنے میں دکھائی دے چاہے بولی نہ جائے۔ جیسے: ''خوش'' میں واو مکتوبہ ہے لیکن ملفوظہ نہیں۔

حرف ملفوظہ: وہ آواز جو بولنے میں سنائی دے چاہے لکھا کچھ اور ہو۔ مثلاً: ''متعدد''، ''خوش'' اور ''بوالہوس'' کو حروف ملفوظ کے اعتبار سے ''متعدد'' ''خش'' اور ''بل ہوس'' اور ان کا وزن بالترتیب فعلاتن، فع اور فاعلن بیان کریں گے۔

دائرہ:

(۱) بحروں کے افاعیل (رکن) ایسے بنائے گئے ہیں کہ ایک سے دوسرا حاصل ہوسکتا ہے۔ مثلاً فعولن فعولن کو دائروی شکل میں لکھیے تو لن فعولن فعولن فعو یعنی فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن اور مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کو دائروی شکل میں لکھیے تو اسے عیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفا یعنی مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس طرح کے دائرے پانچ ہیں۔ تفصیل غیر ضروری ہے۔ (۲) رباعی کے اوزان دو طرح کے ہوتے ہیں، یعنی چوبیس میں سے بارہ اوزان مفعول سے شروع ہوتے ہیں، وہ دائرۂ اخرب اور جو مفعولن سے شروع ہوتے ہیں وہ دائرۂ اخرم کے اوزان کہلاتے ہیں۔ انھیں شجرۂ اخرب اور شجرۂ اخرم بھی کہتے ہیں۔

رباعی کا وزن:

رباعی چار مصرعوں کی نظم ہوتی ہے جس کا پہلا شعر مصرع ہونا لازمی ہے۔ دوسرے شعر کے بارے میں شاعر کو اختیار ہے۔ اس کا وزن بحر ہزج سے نکلا ہے جس کا

سالم افاعیل مفاعیلن ہے۔ رباعی کے چوبیس اوزان مقرر ہیں لیکن یہ آزادی ہے کہ ان میں سے کوئی چار کسی ایک رباعی میں باندھے جاسکتے ہیں۔ دیکھئے دائرہ۔

رکن:

کسی مصرعے کا ٹکڑا جو مقررہ افاعیل (رکن) میں سے کسی ایک پر پورا اترے۔

مثلاً: ع کچھ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ میں تین رکن ہیں، کچھ اور مفعول/رہی گل کھلا۔ مفاعلن/رہوا ہے فعولن اس کی تقطیع کئی اور طرح سے بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً کچھ او فعلن/رہی گل فعلن/کھلا ہوا مفاعلن/رہے فع۔ لیکن یہ تقطیع درست نہ ہوگی کیوں کہ اس طرح غیر ضروری طور پر مصرعے کے چار رکن ہوجاتے ہیں، جب کہ شرط یہ ہے کہ تقطیع اس طرح کی جائے کہ مصرعے میں رکن کم سے کم ہوں لیکن وہی افاعیل استعمال ہوں جو مانوس و مستعمل ہوں، اور یا تو سالم ہوں یا کسی سالم وزن کی فرع ہوں۔ یعنی سالم وزن سے بطریق (زحاف مستخرج ہوسکتے ہوں)۔ جدید نظم کے سوا تمام اصناف سخن میں شرط یہ ہے کہ ایک مصرع میں کم سے کم دو رکن ہونا چاہئے، زیادہ سے زیادہ کوئی قید نہیں۔ لیکن عام طور پر تین، چار اور آٹھ ارکان والے مصرعے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جدید نظم کے مصرعے میں کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ ارکان کی کوئی قید نہیں۔

رکن خماسی:

وہ افاعیل یا رکن جن میں پانچ حرف ہیں، مثلاً: فعولن۔

رکن سباعی:

وہ افاعیل یا رکن جن میں سات حرف ہیں۔ مثلاً: مفاعیلن۔

زحاف: وہ طریقہ جس کے ذریعہ کسی سالم وزن میں کوئی تبدیلی کردی جائے۔ مثلاً: فاعلاتن پر خبن (بروزن جشن) کا زحاف لگائیں تو وہ فعلاتن بروزن "نہ رہا میں" ہو جاتا ہے۔ اس کو مخبون کہتے ہیں۔ زحاف کا تعین کرنے کی شرط یہ ہے کہ کم سے کم زحاف کا عمل دکھا کر وزن کی تشخیص کی جائے۔ مثلاً: اگر کسی مصرعے کا وزن مفاعیلن مفاعیلن

مفاعیلن مفاعیلن ہےتو یہ نامناسب ہے کہ اس کو بحر وافر (جس کا سالم رکن مفاعلتن ہے) میں بتایا جائے اور دلیل یہ دی جائے کہ مفاعلتن پر تسکین اوسط کا زحاف لگا کر (جس کا نام عصب ہے) اسے مفاعیلن بنالیا گیا ہے۔ مفاعیلن چوں کہ خود بحر ہزج کا سالم رکن ہے اس لئے غیر ضروری زحاف کا عمل دکھا کر اسے مزاحف ثابت کرنا غلط ہے۔

ساکن حرف:

وہ حرف جس پر خود کوئی حرکت نہ ہو۔ یہ دو طرح سے ممکن ہے۔ ایک تو یہ کہ خود اس سے پہلے کوئی متحرک حرف ہو اور وہ متحرک حرف ساکن حرف سے جڑا ہوا ہو۔ مثلاً: ''غم'' میں غین متحرک ہے کیوں کہ اس پر فتحہ ہے اور 'م' ساکن ہے کیوں کہ اس پر کوئی حرکت نہیں، وہ محض غین سے جڑی ہوئی ہے۔ ''غمی'' میں غین اور م دونوں متحرک ہیں، غین پر زبر ہے اور 'م' پر زیر۔ اس لفظ میں یائے تحتانی، جو میم سے جڑی ہوئی ہے، ساکن ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ لفظ کے آخر میں کوئی لفظ بچ رہے۔ مثلاً لفظ ''حرف'' میں 'ح' متحرک ہے (اس پر فتحہ یعنی زبر ہے) 'ر' ساکن ہے اور 'ف' جو آخر میں بچ رہتا ہے، وہ بھی ساکن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 'ف' بھی بالکل ساکن نہیں ہے کیوں کہ جب اس کے بعد کوئی حرف اور آئے گا تو 'ف' پر بھی حرکت آجائے گی۔ مثلاً ''حرف کو'' میں 'ف' پر حرکت آگئی اور اس کی تقطیع فاعلن کے وزن پر ہوگئی۔ یعنی ''حرف کو'' کا وزن وہ نہیں جو ''حرکو'' کا وزن ہے۔ اگر 'ف' بالکل ساکن ہوتا تو تقطیع کرتے وقت اسے 'ر' کے ساتھ ہی شمار کرتے، جس طرح ''حر'' میں 'ر' کو 'ح' کے ساتھ شمار کرتے ہیں، اس کا وزن الگ سے ظاہر نہیں کرتے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب لفظ کے آخر میں بچ رہنے والے ساکن کے بعد کوئی بھی حرف آتا ہے تو خود بہ خود اس ساکن حرف پر ہلکی سی حرکت آجاتی ہے۔ یعنی جب ''حرف'' کہا گیا تو ''حرف'' کا ''ف'' صاف ادا ہوا اور اس پر زبر کی آواز خود بہ خود آگئی۔ مثلاً: اگر ہم ''حرف کو'' نہ کہہ کر ''حرفہ کو'' کہیں تو وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چوں کہ ہماری زبان میں کوئی لفظ ساکن حرف سے شروع ہی نہیں ہوسکتا اس لئے جب

بھی ''حرف'' کی طرح کے لفظ کے بعد کوئی لفظ آئے گا تو آخر میں بچ رہنے والا نام نہاد ساکن متحرک ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مصرعے کے آخر میں جہاں کوئی لفظ آگے نہیں آتا، آخری لفظ کے اکیلے اور آخری حرف ساکن کو اکثر و بیشتر ساقط گردانتے ہیں (یعنی وزن میں نہیں شمار کرتے)۔

سالم بحر:

وہ بحر جو کسی مصرعے یا شعر میں پوری پوری استعمال ہو اس کے وزن میں کوئی تبدیلی نہ ہو، یعنی جب ایک ہی رکن بار بار آئیں تو اس کو سالم بحر کہتے ہیں۔ مثلاً:

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

یہ رمل مثمن سالم ہے۔ (یعنی ہر مصرعے میں چار بار اور ایک شعر میں آٹھ بار)

سکون:

تحریک کا برعکس یعنی کسی حرف کو ساکن کرنا یا اس کا اصلاً ساکن ہونا۔

شانزدہ رکنی:

جب ایک مصرعے میں سالم رکن آٹھ مرتبہ آئیں اور ایک شعر میں سولہ مرتبہ آئیں تو اس کو شانزدہ رکنی کہتے ہیں۔

شکستہ بحر:

وہ بحر جس کے مصرعے کے وسط میں وقفہ لازمی ہو، جیسے: ہزج مثمن اخرب جس کا وزن ہے مفعول مفاعیلن / مفعول مفاعیلن دو بار۔ اس کو بحر مکرر بھی کہتے ہیں۔

حشو:

وہ رکن جو صدر / ابتدا اور عروض / ضرب کے درمیان ہو۔

ابتدا:

دوسرے مصرعے کا پہلا رکن۔

صدر:

پہلے مصرع کا پہلا رکن۔

ضرب (عجز):

دوسرے مصرعے کا آخری رکن۔اسے عجز بھی کہتے ہیں۔

عروض:

پہلے مصرع کا آخری رکن۔

مثمن:

وہ بحر جس کے ہر مصرعے میں چار رکن (اور اس طرح پورے شعر میں آٹھ رکن) ہوں۔ بحروں کا نام ہمیشہ اس طرح لکھا جاتا ہے کہ پورے شعر کا وزن معلوم ہو جائے۔چنانچہ ع اے جگر کو چیرنے والی صدائے بے صدا اس کی بحر لکھی جائے گی تو اسے رمل مثمن سالم کہا جائے گا۔رمل تو اصل بحر کا نام ہے۔مثمن اس لئے کہ ایک مصرع میں چار رکن ہیں تو پورے شعر میں آٹھ رکن ہوں گے اور سالم اس لئے کہ فاعلاتن چاروں بار اپنی مکمل اور اصلی شکل میں آیا ہے۔جس مصرع میں تین رکن ہوں گے اس کی بحر کو مسدس اور جس میں دو رکن ہوں گے اس کی بحر کو مربع کہا جائے گا۔ ایک رکنی بحر معتبر نہیں۔جس مصرع میں چھ رکن ہوں گے اس کی بحر دوازدہ رکنی یا مسدس مضاعف (مضاعف کے معنی ہیں دوگنا) اور جس میں آٹھ رکن ہوں گے اس کی بحر کو شانزدہ رکنی یا مثمن مضاعف کہا جائے گا۔اگر کسی بحر میں سے ایک رکن کم کر دیا جائے تو اسے مجزو (بروزن ابرو) کہتے ہیں،لیکن یہ اصطلاح بہت کم استعمال ہوتی ہے۔

مزاحف بحر:

وہ بحر ہے جس کے ایک یا ایک سے زیادہ موازین میں کسی زحاف کے ذریعہ تبدیلی کر دی گئی ہو مثلاً: فاعلاتن فاعلاتن فاعلن رمل مسدس مزاحف ہے۔مزاحف اور محذوف میں فرق ہے۔مزاحف کے معنی ہیں جس پر زحاف لگایا گیا ہو، محذوف کے معنی

ہیں جس پر حذف کا عمل کیا گیا ہو۔ زحافات میں سے ایک زحاف حذف بھی ہے۔ اس کے ذریعہ فاعلاتن سے فاعلن اور مفاعیلن سے فعلن مستخرج ہوتے ہیں۔

مفروقی:

دو سالم افاعیل ایسے ہیں جنھیں لکھنے کا طریقہ بعض حالات میں بدل دیا گیا ہے یعنی انھیں ملا کر لکھنے کے بجائے الگ الگ لکھتے ہیں۔ ان سے بعض نئی بحریں بنائی گئی ہیں۔ الگ الگ لکھے جانے پر ان افاعیل کو مفروقی یا منفصل کہا جاتا ہے۔ فاعلاتن کی مفروقی شکل فاع لاتن اور مستفعلن کی مفروقی یا منفصل صورت مستفع لن ہے۔ صوتی اعتبار سے مفروقی اور مقرونی اوزان میں کوئی فرق نہیں۔

مقرونی:

فاعلاتن اور مستفعلن جب مفروقی یا منفصل نہ ہوں تو انھیں مقرونی یا مجموعی کہا جاتا ہے۔

موازین: وہ افاعیل جو کسی شعر یا مصرعے کا وزن ظاہر کرنے کے لئے استعمال میں آئیں۔ مثلاً: ع وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا۔ کا وزن مندرجہ ذیل موازین کے ذریعہ ظاہر کیا جائے گا۔ فعولن فعولن فعولن فعولن۔

واو موصولہ:

جس طرح الف موصول اپنے ماقبل حرف میں ضم ہو کر صرف فتحہ کا حکم رکھتا ہے اسی طرح جب حرف واو اپنے ماقبل حرف میں ضم ہو کر صرف ضمہ کا کام کرے تو اُسے واو موصولہ کہتے ہیں۔ مثلاً: آہ وفغاں بروزن مفتعلن واو عطف آہ کی ہائے ہوز سے موصول ہوگئی ہے اور آہوفغاں پڑھا جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس رنج وغم بروزن فاعلن، جمع وخرچ بروزن فاعلات میں واو موصولہ ہے۔

وافی:

وہ بحر جس میں سے کوئی رکن کم نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا یہ مجزو کی ضد ہے

وزن:

کسی لفظ یا مصرعے یا شعر کی صوتی قیمت جو افاعیل یا موازین کے ذریعہ ظاہر کی جاتی ہے۔ جیسے ''جادو'' کا وزن فع لن ہے۔ ہم وزن الفاظ کا ہم قافیہ ہونا ضروری نہیں۔ مثلاً: جادو اور شاہد ہم وزن ہیں۔ جب کسی لفظ کا تلفظ بنانے کے لئے اس کا ہم وزن لفظ لاتے ہیں تو ایسا لفظ رکھتے ہیں جو لفظ زیر بحث سے حرکاتی مشابہت رکھتا ہو تا کہ تلفظ واضح ہو جائے۔ مثلاً: ''تہجد'' کا لفظ بتانا ہو تو کہیں گے ''تہجد بروزن تعمق'' وغیرہ۔ اسے وزن صرفی کہتے ہیں۔ لیکن اگر دو الفاظ محض ہم وزن ہوں اور ان میں حرکاتی مشابہت نہ ہو تو وزن ظاہر کرنے کے اس طریقے کو وزن عرضی کہیں گے۔ یعنی وزن عروضی کے اعتبار سے جادو کا ہم وزن لفظ شاہد، احمد کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ تینوں میں دو سبب خفیف ہیں۔ لیکن وزن صرفی کے لحاظ سے جادو کا ہم وزن قابو ہے۔ مختصراً یہ کہ اگر کسی لفظ کا وزن ایسے لفظ کے ذریعہ ظاہر کیا جائے جو متحد الحرکت اور متحد الوزن دونوں ہوں ہو تو یہ اس کا صرفی وزن کہلائے گا اور اگر مثالی لفظ متحد الحرکت نہ ہو، صرف متحد الوزن تو یہ اُس کا عروضی وزن کہلائے گا۔

علمِ بدیع

علمِ بدیع ایک علم ہے جس سے تحسین و تزئین کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔

جس طرح جوہری حسنِ انسانی میں اضافہ کرنے کے لئے قسم قسم کے زیورات سے کام لیتا ہے اسی طرح شعراء کرام اپنے کلام کو حسین و موثر بنانے کے لئے ''علمِ بدیع'' سے کام لیتے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کو اعلیٰ اور عمدہ بنانے کے لئے علمِ بدیع کے مختلف اصطلاحات استعمال کرتا ہے جس سے قدرتی طور پر کلام کے حسن و جمال میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان طریقوں کو اصطلاحِ شاعری میں ''صنائع و بدائع'' کہتے ہیں۔

ا۔ صنائع لفظی:

''صنائع لفظی'' وہ ہے جس میں الفاظ کی خوبی پر بحث ہوتی ہے۔

۲۔ صنائع معنوی:

''صنائع معنوی'' وہ ہے جس میں الفاظ کے معنی و مطالب پر غور و خوض کیا جاتا ہے۔

ا۔ صنائع معنوی

(ا) صنعتِ مطابقہ:

اصطلاحِ شاعری میں اس کو ''صنعتِ تطبیق''، ''صنعتِ تضاد'' اور ''طباق'' بھی کہتے ہیں۔ کلام میں ایسے دو لفظ جمع کریں جن کے معنی باہم مخالف ہوں جیسے آیا گیا، سویا۔ جاگا، اٹھنا۔ بیٹھنا، ہنسنا، رونا وغیرہ۔ مثلاً

اے شمع تری عمرِ طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

وضاحت: پہلے شعر میں ہنسنا اور رونا، دوسرے شعر میں جنت اور جہنم، نوری اور ناری ایک دوسرے کے ضد ہیں۔

(۲) صنعتِ مراعات النظیر:

اس صنعت کو صنعتِ تناسب یا تلفیق بھی کہتے ہیں۔ جب کہ کئی چیزیں تناسبِ غیر متضاد ایک کلام میں مذکور ہوں یعنی کلام میں ایسے الفاظ جمع کیے جائیں جو آپس میں مناسبت رکھتے ہوں، مثال کے طور پر

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

وضاحت: خط، زلفیں، کاکل، گیسو سب آپس میں مناسبت رکھتے ہیں۔

میں نے ان کے سامنے اوّل خنجر رکھ دیا
پھر سر رکھ دیا، کلیجہ رکھ دیا، دل رکھ دیا

وضاحت: سر، کلیجہ اور دل آپس میں مناسبت رکھتے ہیں۔

(۳) صنعتِ حسن تعلیل:

کسی چیز کی علت کو بہ سببِ پسندیدہ بیان کرنا جب کہ حقیقت میں وہ اس کی علت نہ ہو۔ یعنی کسی خوبی کے ظاہر کرنے کے لئے کسی چیز کا وہ سبب بتانا جو دراصل اس کا سبب نہ ہو۔ مثلاً

پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

وضاحت: ساحل سے موجوں کے ٹکرانے کا اصلی اور ظاہری سبب یہ ہے کہ ہوا

پانی میں حرکت پیدا کرتی ہے اور اس لئے موجیں ساحل سے ٹکراتی ہیں لیکن شاعر نے اس کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ موجیں ہمراہیاں امام حسینؓ کی تشنگی کے سبب سے بے تاب تھیں اور اس لئے ساحل سے سر ٹکرا رہی تھیں۔

(۴) صنعتِ تجاہل عارفانہ:

کسی نکتے یا خوبی کے پیدا کرنے کے لئے جان بوجھ کر انجان بننا۔ مثلاً

صنم کہتے ہیں تیرے بھی کمر ہے
کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

وضاحت: یہ جانتے ہوئے کہ ہر شخص کے کمر ہوتی ہے لیکن پھر بھی انجان بن کر دریافت کرتا ہے اور اس انجان بننے سے کمر کی باریکی میں مبالغہ منظور ہے۔

(۵) صنعتِ لف ونشر:

''لف'' کے معنی لپیٹنے اور ''نشر'' کے پھیلانے کے ہیں۔

اصطلاحِ شاعری میں اس کلام کو کہتے ہیں جس میں پہلے چند چیزیں بیان کی جائیں اور پھر ان کی مناسبت اور تعلقات کے لحاظ سے ان کی صفات اجاگر کرتے ہوئے تشریح کی جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(i)۔ صنعتِ لف ونشر مرتب

(ii)۔ صنعتِ لف ونشر غیر مرتب

(i) صنعتِ لف ونشر مرتب:

اصطلاحِ شاعری میں اس کلام کو کہتے ہیں جس میں پہلے کئی چیزیں لائیں پھر اسی ترتیب سے (جیسے وہ چیزیں لائے ہیں) ان کے مناسبات لائیں۔ مثلاً

تیرے رخسار و قدوچشم کے عاشقِ زار
گل جدا سروجدا نرگسِ بیمار جدا

وضاحت: رخسار کے مناسب گل ہے۔ قدر کے مناسب سرو ہے اور عاشقِ زار

کے مناسب نرگس بیمار ہے اور یہ ترتیب سے ہیں۔

(ii)۔صنعتِ لف ونشر غیر مرتب:

پہلے کئی چیزیں لائیں پھر ان کے مناسبات لائیں مگر ان میں ترتیب نہ ہو بلکہ کسی کا مناسب پہلے ہو اور کسی کا پیچھے مثلاً:

باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
نظارہ وخیال کا ساماں کئے ہوئے

وضاحت: دل کے مناسب خیال ہے جو بعد میں آیا ہے اور دیدہ (آنکھ) کے مناسب نظارہ ہے جو پہلے آیا ہے گویا کہ مناسبات میں ترتیب نہیں ہے۔

(۶)صنعتِ جمع:

کلام میں کئی چیزوں کو ایک سی حالت میں یا ایک ہی حکم میں جمع کرنا۔مثلاً:

بوئے گل نالۂ دل دودِ چراغِ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

وضاحت: بو، نالہ اور دود یعنی تینوں چیزوں کو ایک ہی حالت پریشانی میں اکٹھا کردیا ہے۔

(۷)صنعتِ تفریق:

کلام میں ایک ہی قسم کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔مثلاً

عشق میں نسبت نہیں بلبل کو پروانے کے ساتھ
وصل میں وہ جان دے یہ ہجر میں جیتی رہے

وضاحت: بلبل اور پروانہ دونوں عاشق ہیں لیکن یہاں دونوں میں فرق بیان کیا گیا ہے کہ بلبل تو پھول کے ہجر میں بھی جیتی رہتی ہے اور پروانہ شمع کے وصل میں جان دے دیتا ہے۔

(۸) صنعتِ تقسیم:

کلام میں پہلے کئی چیزیں لائیں پھر تعین (مقرر کر کے یا خصوصیت) کے ساتھ ان کے مناسبات لائیں۔ مثلاً:

تیرا ہنسنا میرے رونے کے برابر ہوگیا
اُس نے مارا خلق کو اِس نے ڈبویا ایک جہاں

وضاحت: ضمیر اُس اور اِس نے ہنسنے کے ساتھ مارا کو اور رونے کے ساتھ ڈبویا کو مقرر کر دیا ہے۔ مارا ہنسنے کے مناسب ہے اور ڈبویا رونے کے مناسب ہے۔

صنعتِ لف ونشر اور صنعتِ تقسیم میں فرق:

تقسیم میں مناسبت تعین کے ساتھ ہوتے ہیں اور لف ونشر میں مناسبات تعین کے ساتھ نہیں ہوتے۔

(۹) صنعتِ جمع وتفریق:

کلام میں پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کرنا پھر ان کا فرق بتانا۔ مثلاً

کم نہیں جلوہ گری میں تیرے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں

وضاحت: پہلے محبوب کے کوچے کو اور بہشت کو جلوہ گری میں یکساں قرار دیا ہے پھر یہ فرق بتایا ہے کہ بہشت اس قدر آباد نہیں ہے جس قدر محبوب کا کوچہ آباد ہے۔

(۱۰) صنعتِ جمع وتقسیم:

کلام میں پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کرنا پھر تعین کے ساتھ ان کے مناسبات کو لانا۔ مثلاً

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

وضاحت: بُرا کہنے میں سب کو یکساں قرار دیا ہے اور ایک حالت میں جمع

کر دیا ہے پھر مناسبات کو تعین کے ساتھ تقسیم کر دیا ہے کہ دوست ملامت کرتے ہیں اور دشمن گلہ کرتے ہیں۔

(۱۱) صنعت جمع و تفریق و تقسیم:

کلام میں ان تینوں چیزوں کو ایک جگہ جمع کرنا، اس طرح کہ پہلے کئی چیزوں کو ایک حالت میں جمع کریں پھر ان میں فرق بتائیں اور پھر مناسبات کو تعین کے ساتھ تقسیم کر دیں۔ مثلاً

صورتِ یار و دلِ زار ہیں دونوں تاباں
آتشِ عشق سے یہ، حُسن سے ہے وہ روشن

روشنی اس کی تو پہنچاتی ہے راحت دل کو
اور اس آگ سے جاتا ہے جلا اپنا بدن

وضاحت: پہلے مصرع میں جمع ہے۔ دوسرے میں تفریق ہے، تیسرے اور چوتھے میں تقسیم ہے۔

(۱۲) صنعتِ مبالغہ:

کلام میں کسی بات کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرنا کہ برائی یا بھلائی میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(i) تبلیغ:

وہ مبالغہ جو عقلاً بھی ممکن ہو اور عادتاً بھی۔ مثلاً

وعدۂ شام پہ کی ہم نے عبث جاگ کہ صبح
وہ اسی وقت نہ آتے اگر آنا ہوتا

وضاحت: یہ بات عقل اور عادت کے اعتبار سے ممکن ہے کہ کسی کے انتظار میں کوئی رات بھر جاگتا رہے۔

(ii)اِغراق:

وہ مبالغہ جو عقلاً ممکن ہو اور عادتاً ممکن نہ ہو۔ مثلاً

مقدور ہے کس کا جو ترے حکم کو ٹالے
رستم جو نہ آوے تو وہیں اس کا سر آوے

وضاحت: رستم کی بہادری کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کا سر کاٹ لانا ایسا کام ہے جو روزمرہ کے کاموں کی طرح نہیں ہوسکتا اس لئے عادتاً ناممکن ہے لیکن عقلاً ممکن ہے کہ کوئی اس کا سر کاٹ لائے۔

تبلیغ اور اغراق مبالغے کی یہ دونوں قسمیں مقبول ہیں اور انوکھی خوبیوں میں گنی جاتی ہیں۔

(iii) غلو:

وہ مبالغہ جو عقل اور عادت دونوں کے لحاظ سے ناممکن ہو۔ مثلاً

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں

وضاحت: یہ بات عقلاً اور عادتاً ناممکن ہے کہ آسمان ہمالہ پہاڑ کی چوٹی کو چومے۔

(۱۳)صنعتِ تلمیح:

کلام میں کسی مشہور قصّے یا کسی مسئلے یا کسی تمثیل یا کسی علمی اصطلاح یا کسی تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔ مثلاً

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

وضاحت: ابنِ مریم یعنی حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خدا کے حکم سے بیماروں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

(۱۴)صنعتِ عکس وتبدیل:

کلام میں جو حصہ پہلے ہو اسے پیچھے لانا اور جو پیچھے ہو اُسے پہلے لانا۔ مثلاً

خفا کیوں صنم ہے نہیں بھید کھلتا
نہیں بھید کھلتا خفا کیوں صنم ہے

(۱۵)صنعتِ سوال وجواب:

کلام میں آپس کی بات چیت یا سوال وجواب کا ہونا مثلاً:

پوچھا کہ طلب کہا قناعت
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت

وضاحت: دونوں مصرعوں میں پہلے سوال ہے اور پھر جواب ہے۔

(۱۶)صنعتِ مقابلہ:

کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسی چیزوں کو لانا جن کے معنیٰ میں ضد نہ ہو۔ پھر ایسی چیزیں لانا جن کے معنیٰ پہلی چیزوں کے ضد ہوں۔ مثلاً:

ترکِ مطلب نے کیا ہے بے نیاز
ہاتھ کھینچا پانوں پھیلاتے ہیں ہم

وضاحت: ہاتھ کھینچا ایک حصہ ہے ہاتھ اور کھینچا کے معنیٰ میں ضد نہیں ہے۔ پھر پانوں پھیلانا ہے۔ ہاتھ کے مقابل پانوں ہے اور کھینچا کے مقابل پھیلا ہے اور ان میں باہم ضد ہے۔ مقابلہ بھی تضاد ہی کی ایک قسم ہے۔

(۱۷)صنعتِ مشاکلت:

پہلے دو چیزوں کے ذکر کا ارادہ کریں پھر ایک ہی جگہ ہونے کی وجہ سے ان میں سے ایک کے لئے ایسا لفظ لائیں جو معنیٰ میں دوسرے سے مشابہت رکھتا ہو۔ مثلاً

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

وضاحت: مینھ برسنے کے لئے ابر کا رونا استعمال کیا ہے جو رونے والے سے معنوی مشابہت رکھتا ہے۔

(۱۸)صنعتِ مزاوجت:

کلام میں شرط اور جزا کا ہونا یعنی دو معنوں کو اس طرح بیان کرنا کہ جو اثر پہلے سے ہو وہی دوسرے سے ہو۔ مثلاً:

آہ کیجئے تو آن جاتی ہے
اور نہ کیجئے تو جان جاتی ہے

وضاحت: آہ کرنا اور نہ کرنا دو چیزیں ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک سے ایک چیز (آن یا جان) کا جانا ضروری قرار دیا ہے۔

(۱۹)صنعتِ رجوع:

کلام میں پہلے کوئی خوبی بیان کریں پھر کسی نکتے یا فائدے کی غرض سے اس کو غلط قرار دیں اور ایسی خوبی بیان کریں جو اس سے بہتر ہو، مثلاً:

وہ آنکھیں کہ آہو پہ جادو چلائیں
نہ آہو پہ جادو پہ جادو چلائیں

وضاحت: پہلے کسی حسین کی آنکھوں کو ہرن کی آنکھوں سے ترجیح دی اور جادو کہا پھر جادو سے رجوع کیا اور جادو سے بھی بڑھا دیا ہے یہاں رجوع سے یہ فائدہ ہوا کہ حسین کی آنکھوں کو ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہوگئی ہے۔

(۲۰)صنعتِ تشابہ الاطراف:

کلام کو ایسے الفاظ پر ختم کریں جن کے معنی ابتدا سے مناسبت رکھتے ہوں جیسے

یاں کے سفید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جوں توں شام کیا

وضاحت: اس مثال میں رات اور شام سیہ کے سب مناسب ہیں اور دن اور صبح

سفید کے۔

(۲۱)صنعتِ توریہ یا ایہام:

کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنی ہوں قریب یا بعید کسی مخفی قرینہ کی وجہ سے بعید معنی مراد لیں۔ جیسے:

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن
آباد تجھی سے تو ہے گھر دیر و حرم کا

وضاحت: سایہ کے دو معنی ہیں ایک قریب یعنی یہی سایہ جو دھوپ کی ضد ہے۔ بعید حمایت اور یہاں یہی مراد ہے اور پہلے معنی کے مناسبات مذکور نہیں۔

(۲۲)صنعتِ تعجب:

کسی فائدہ کی غرض سے اظہار تعجب کرنا۔ جیسے

کہتے ہیں حکیم آیا میخانے سے مسجد میں
ہم کو تو تعجب ہے وہ گبر مسلماں ہو

وضاحت: حکیم اتنا بڑا تو رند تھا وہ کیوں کر تائب ہو کر مسجد میں آ گیا۔ یہاں تعجب کا فائدہ حکیم کی رندی میں مبالغہ ہے۔

(۲۳) صنعت توجیہ یا محتمل الضدّین:

کلام کا اس طریقہ سے ادا کرنا کہ اس سے دو مطلب ایک دوسرے کے مخالف سمجھ میں آئیں۔ جیسے:

سر اُڑانے کے جو وعدے کو مکرر چاہا
ہنس کے بولے کہ ترے سر کی قسم ہے مجھ کو

وضاحت: یہاں ''سر کی قسم'' کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تیرا ضرور اُڑا دوں گا دوسرے یہ کہ (بطور محاورہ کہیں کہ) ہم کو تیرے سر کی قسم ہے یعنی تیرا سر نہ اُڑائیں گے۔

(۲۴)صنعتِ ضرب المثل:

کلام میں کوئی مشہور مثل لا کر اپنے مرادی معنی کا فائدہ حاصل کرنا۔ جیسے:

انسان کا دشمن سدا انسان ہوتا ہے
مثل ہے آدمی کا آدمی شیطان ہوتا ہے

وضاحت: جب کی شخص کے بگاڑنے اور گمراہ کرنے میں کسی آدمی کا ہاتھ ہوتا ہے تو اس طرح کی مثال دی جاتی ہے۔

(۲۵)صنعتِ مزاوجہ:

لغت میں مزاوجہ دو چیزوں کو ملانے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ ہے کہ شرط اور جزا میں ایسے دو معنی واقع ہوں کہ پہلے معنے پر جزا مترتب ہو تو دوسرے معنی پر بھی وہی مترتب ہو، جیسے:

آہ کیجئے تو آن جاتی ہے
ورنہ کیجئے تو جان جاتی ہے

وضاحت: آہ کرنا اور نہ کرنا دو دام ہیں اور دونوں پر کسی شئے کا جان مترتب ہوا ہے۔

II-صنائع لفظی

(۱)۔صنعتِ تجنیس:

بولنے یا لکھنے میں لفظوں کا ایک جیسا ہونا اور معنی میں مختلف ہونا ،صنعتِ تجنس کہلاتی ہے۔اس کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک قسم تجنیسِ تام ہے۔

صنعتِ تجنیسِ تام: کلام میں دو ایسے لفظوں کا ہونا جو بولنے میں لکھنے میں ۔حرفوں کی ترتیب میں ۔حرفوں کی گنتی میں اور حرکت وسکون میں یکساں ہوں اور معنٰی میں مختلف ہوں ۔مثلاً:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وضاحت: پہلے حق کے معنی سچ اور دوسرے حق کے معنی فرض کے ہیں۔

(۲)صنعتِ اشتقاق:

ایک ہی مادّے یا ایک ہی مصدر سے کئی لفظ نکال کر کسی جملے یا شعر میں لانا۔مثلاً

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی

وضاحت: کٹا اور کٹی اور کٹنے ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں۔

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

وضاحت: اس شعر میں چل، چلاؤ، چلے ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں۔

(۳)صنعتِ ردالعجز علی الصدر:

جولفظ دوسرے مصرع کے آخر میں ہو۔وہی پہلے مصرع کے شروع میں لانا۔خواہ پورارکن ہو یاادھوراہو۔مثلاً

خط نامہ برکو پھیر دیا اور یہ کہا
کہنا کہ ہم نے جان لیامدعائے خط

وضاحت:لفظ'خط'عجز میں بھی ہےاورصدر میں بھی ہے۔

(۴)صنعتِ قافیتین:

کلام میں دودوقافیے لانا۔مثلاً

جاتی رہی عقل اور ہوئے اوسان کنارے
دن رات یہ کیوں ہوتے ہیں قربان تمھارے

وضاحت:اوسان اورقربان قافیے ہیں اور کنارےاورتمھارے بھی۔

(۵)صنعتِ سیاق الاعداد:

کلام میں اعداد(ہندسے)یا گنتی کالانا،مثلاً:

ایک دو زخم نہیں جسم ہے سارا چھلنی
درد بےچارہ پریشاں ہے کہ کہاں سے اٹھوں

وضاحت:شعر کے پہلے مصرعے میں ایک اوردوکاعدداستعمال ہوا ہے۔

ایک دو تین چار پانچ چھ سات
آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس

وضاحت:شعرمیں ایک سے دس کی گنتی لائی گئی ہے۔

(۶)صنعتِ تلمیع:

شعرمیں ایک مصرع ایک زبان میں ہوتا ہے اور دوسرامصرع دوسری زبان کا

ہوتا ہے۔مثلاً

دل کو عشق کے دریا میں ڈالا
توکلت علی اللہ تعالیٰ

وضاحت: پہلا مصرع اردو کا اور دوسرا عربی زبان کا ہے۔

(۷) صنعتِ توشیح:

ایسے کئی شعر لانا جن کے پہلے مصرع کے پہلے حرف کو یا ہر مصرع کے پہلے حرف کو جمع کیا جائے تو کوئی نام یا کوئی عبارت بن جائے، مثلاً

درد و غم، داغِ ہجر، رنجِ فراق
وقفِ دل بل بے حوصلہ دل کا
سخت تڑپے ہے اب کروں کس سے
تجھ سوا ہجر میں گلہ دل کا

وضاحت: ہر مصرع کے حرفِ اوّل کو ملانے سے (دوست) حاصل ہوتا ہے۔

(۸) صنعتِ تنسیق الصفات:

جب کسی موصوف کی پیہم صفات کا ذکر کریں خواہ وصفات مدح کی ہوں یا مذمّت کی۔مثلاً

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری
آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وضاحت: آنحضرت محمدﷺ کی تنہا ذات میں مذکورہ تمام خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

(۹) صنعتِ معمّا:

کلام سے باشارۂ لفظی یا بدلالت حرفی کوئی نام یا عبارت حاصل ہو۔

جیسے: مومن خاں نے مہتاب رائے کا معما اس طرح لکھا ہے۔

ہے کیوں کر ہے سب کا م اُلٹا
ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اُلٹا

وضاحت: ہم اک اُلٹا' مہ'بات کا اُلٹا 'تاب' اور یار کا اُلٹا 'رائے' ہے مل کر 'مہتاب رائے' ہو گیا۔

(۱۰)صنعتِ مہملہ یا عاطلہ یا غیر منقوطہ:

کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں نقطہ نہ ہو۔ مثلاً:

ہم طالع ہمامراد ہم رسا ہوا
طاؤس کلک مدح اڑا اور ہما ہوا

وضاحت: شعر کے کسی حرف پر بھی نقطہ نہیں آیا ہے۔

(۱۱)صنعتِ منقوطہ:

کلام میں ایسے الفاظ لانا جس کا ہر ایک حرف نقطہ دار ہو۔ جیسے

جب بخت بن قین نے زینت بخشی
زینب نے تشفی تب شفقت بخشی

(۱۲)صنعتِ فوقانیہ (فوق النقاط):

اس صنعت میں وہ کلام ہے جس میں جتنے بھی حروف نقطہ دار آئیں وہ سب کے سب اوپر نقطے والے ہوں ۔مثلاً

مظہرِ صدق و صفا قدر شناس مردم
معدنِ عدل وسخا مظہر الطاف وعطا

(۱۳)صنعتِ تحتانیہ (تحت النقاط):

اس صنعت میں کلام میں حروف منقوطہ ایسے ہوں جس پر نقطہ نیچے آتا ہو۔ مثلاً

ماراجو اسے حیدرِ کرّارکو مارا
سردار کو مارا جو علمدار کو مارا

علمِ بیان

شعر و شاعری میں حسن پیدا کرنے کی خوبی علمِ بیان کی اصطلاح میں صنائع و بدائع کہلاتا ہے۔ کلام کی لفظی خوبی کو صنائع اور معنوی خوبیوں کو بدائع کہتے ہیں۔ صنائع کا مطالعہ علم بلاغت کے دائرے میں آتا ہے اور بدائع علمِ بیان کے دائرے میں۔

علمِ بیان میں تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ وغیرہ آتے ہیں۔

علمِ بیان

لفظ کے معنی کو دلالت کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہیں: دلالت حقیقی اور دلالتِ التزامی۔

دلالتِ حقیقی:

حقیقی معنی مراد ہوں۔ جیسے: شیر ایک خونخوار جانور ہے۔

دلالت التزامی:

لغوی معنی کے علاوہ جب لفظ کو دوسرے معنوں میں بھی استعمال کیا جائے۔

جیسے: حامد شیر ہے۔

علم بدیع کا تعلق دلالتِ التزامی سے ہے۔

دلالت التزامی کی دو قسمیں ہیں۔ مجاز اور کنایہ۔

مجاز:

جب کسی لفظ کے التزامی یعنی مجازی معنی مراد ہوں اور حقیقی معنی سے اس کا تعلق نہ ہو تو اسے ''مجاز'' کہتے ہیں۔

جیسے: کس شیر کی آمد ہے کہ وہ کانپ رہا ہے۔
وضاحت: یہاں شیر سے مراد بہادر آدمی ہے۔

کنایہ:

کنایہ کے معنی ہیں بات کو پوشیدہ ڈھنگ سے کہنا۔ وہ لفظ جس کے مجازی معنی مراد ہوں اور وہ حقیقی معنی میں بھی لیا جاسکتا ہے۔ اسے 'کنایہ' کہتے ہیں۔

جیسے: 'قندیلِ فلک' سے مراد چاند ہے۔

ع نرم بستر سے بٹھایا اس کو خاک گرم پر

وضاحت: گو اس مصرعہ میں شاعر کی مراد یہ ہے کہ اسے امیر سے غریب بنادیا لیکن نرم بستر اور خاک گرم کے اصلی معنی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

کنایہ اور مجاز کا فرق:

مجاز میں صرف غیر حقیقی (التزامی) معنی ہی لئے جائیں گے۔ جب کہ کنایہ میں مجازی اور حقیقی دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔

استعارہ

جب کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے مجازی معنی میں استعمال کریں تو دونوں معنوں میں کوئی نہ کوئی لگاؤ ضرور ہوگا اگر یہ لگاؤ اور تعلق تشبیہ کا ہے تو اس استعمال کو استعارہ کہتے ہیں۔ ورنہ مجاز مرسل لہٰذا استعارہ اس مجاز کو کہتے ہیں جس کے استعمال کرتے وقت حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کا تعلق ملحوظ رکھا گیا ہو۔

جیسے: معشوق کے لئے گل کا لفظ استعمال کریں تو یہ استعارہ ہوگا کیوں کہ کہنے والے نے گل کے اصلی معنی چھوڑ کر مجازی طور پر اس سے معشوق مراد لیا ہے اور گل و معشوق میں تشبیہ کا تعلق ہے۔ جیسے:

چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

وضاحت: چھوٹے سے چاند سے مراد جگنو ہے۔

استعارہ میں ارکانِ تشبیہ کے نام:

مثلاً: احمد شیر ہے۔

مستعار لہٗ (مشبہ): وہ چیز جس کے لئے مانگا جائے۔ احمد

مستعار منہ (؛؛مشبہ بہ): وہ چیز جس سے کچھ مانگا جائے۔ شیر

مستعار (وجہ شبہ): جس وصف کی وجہ سے مانگا جائے۔ بہادری

استعارہ کی قسمیں

طرفین کے حذف وذکر کے لحاظ سے:

اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ استعارہ بالتصریح:

وہ استعارہ ہے جس میں مستعار منہ (مشبہ بہ) کا ذکر کیا گیا ہو اور مستعار لہٗ (مشبہ) مذکور نہ ہو۔

ربط رہنے لگا اس شمع کو پروانوں سے
آشنائی کا کیا حوصلہ بے گانوں سے

وضاحت: اس مثال میں محض مستعار منہ (مشبہ بہ) یعنی شمع اور پروانہ کا ذکر ہے مستعار لہٗ (مشبہ) یعنی عاشق معشوق کا کوئی ذکر نہیں۔

۲۔استعارہ بالکنایہ:

وہ استعارہ ہے جس میں استعار منہ (مشبہ بہ) کا ذکر نہ کیا گیا ہو لیکن اس صورت میں یہ شرط ہے کہ مشبہ بہ کے مناسبات ضرور بیان کئے جائیں۔

نہیں ممکن کہ کلکِ فکر لکھے شعر سب اچھے
برستا ہے بہت نیساں گہر ہونے ہیں کم پیدا

وضاحت: اس مثال میں فکر کو ایک منشی سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ یعنی منشی کا کوئی ذکر نہیں۔ لیکن کلک منشی کے لئے لازم ہے اور مناسب ہے، مذکور ہے، جو قرینہ ہے کہ یہاں فکر کو منشی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

طرفین کے اجتماع کے لحاظ سے استعارہ کی قسمیں:

ا۔استعارہ وفاقیہ:

وہ استعارہ ہے جس میں مستعارہ لہٗ اور مستعار منہ کا اجتماع ایک شخص میں ممکن ہو۔

نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے
کوئی اس میں سوتا کوئی جاگتا ہے

وضاحت: اس شعر میں 'سوتا' غفلت کے لئے اور 'جاگتا' بیداری اور ترقی کے لئے بطور ''استعارہ وفاقیہ'' استعمال ہوا ہے کیوں کہ ایک شخص میں سونا (غفلت) اور جاگنا (غفلت سے بیدار ہونا) دونوں صفات کا ایک جگہ ہونا عین ممکن ہے۔

۲۔عنادیہ:

ایسے استعارہ کو کہتے ہیں جس میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کا ایک شخص میں جمع ہونا ممکن نہ ہو۔

وہاں تو سیم و زر ان کی نظر میں خاک ہے
یہاں ہم ایسے تو انگر کہ گھر میں خاک نہیں

وضاحت: اس شعر میں مفلسی کا تو انگر سے استعارہ کیا ہے اور یہ دونوں یعنی مفلسی اور تو انگری ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

مجازمرسل:

جب کسی لفظ کو حقیقی معنی کے علاوہ مجازی معنی میں استعمال کریں اور حقیقی و مجازی معنی میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اس کا نام مجازِ مرسل ہے۔

جیسے: 'دریا بہہ رہا ہے' اس مثال میں دریا بول کر پانی مراد لیا جاتا ہے۔

'ہانڈی پک گئی' اس مثال میں ہانڈی بول کر سالن مراد لیا ہے۔

استعارہ اور مجازمرسل میں فرق:

لفظ کے حقیقی و مجازی معنوں کے درمیان اگر تشبیہی تعلق ہے تو وہ استعارہ کہلائے گا ورنہ مجازمرسل۔

تشبیہ

کسی شخص یا چیز کو کسی صفت میں دوسری چیز کے مانند قرار دینے کو تشبیہ کہتے ہیں۔

جیسے: چاند سا چہرہ

تشبیہ کے ارکان یا اجزاء:

مثلاً: پھول جیسے رخسار

مشبہ: جس چیز کو تشبیہ دی جائے۔ 'رخسار'

مشبہ بہ: وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے۔ 'پھول'

حرفِ تشبیہ: وہ لفظ جس سے معلوم ہو کہ تشبیہ دی گئی ہے۔ ’جیسے‘

وجہ تشبیہ: وہ صفت یا وصف جس کے لئے تشبیہ دی گئی ہے۔ ’خوبصورتی‘

تشبیہ کی قسمیں

ا۔ اداتِ تشبیہ:

ان حروف کو کہتے ہیں جو تشبیہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اردو میں وہ حروف حسبِ ذیل ہیں۔

سا، مانند، جیسا، ایسا، جوں، برابر، مثل، طرح وغیرہ۔

اداتِ کے لحاظ سے تشبیہ کی قسمیں:

حروفِ تشبیہ کے لحاظ سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں۔ مرسل اور موکد۔

ا۔ تشبیہ مرسل:

وہ تشبیہ ہے جس میں حرف تشبیہ استعمال کیا گیا ہو۔

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

وضاحت: دوسرے مصرعے میں ’سی‘ کا لفظ حرفِ تشبیہ استعمال ہوا ہے۔

۲۔ تشبیہ موکد:

وہ تشبیہ ہے جس میں حرف تشبیہ استعمال نہ کیا گیا ہو۔

ہوا سے بال اُڑ کر آتے ہیں جو اس کے چہرہ پر
غزال چشم شوخی کر رہے ہیں چین گیسو میں

وضاحت: اس شعر میں آنکھ کو غزال سے اور گیسو کو چین سے تشبیہ دی ہے اور حرفِ تشبیہ مذکور نہیں۔

۳۔ تشبیہ مفرد:

جب ایک واحد چیز کو دوسری واحد چیز سے تشبیہ دی جائے تو وہ تشبیہ مفرد کہلاتی ہے۔

مثلاً: چاند سا چہرہ

۴۔ تشبیہ مرکب:

جب دو چیزوں کو کسی ہیئت مجموعی میں اس طرح تشبیہ دیں کہ اگر اس کے اجزاء میں سے ایک بھی حذف کر دیا جائے تو تشبیہ غلط ہو جائے۔

مانگ اُس کافر کی سیدھی راہ ہے ظلمات کی
خضر کو بھی ہے مسافت ایک دن دورات کی

وضاحت: اس شعر کے پہلے مصرع میں مانگ کو ظلمات کی سیدھی راہ سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ شبہ وہ ہیئتِ مجموعی ہے جو بالکل سیدھے ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ تشبیہ قریب:

وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ مشبہ فوراً سمجھ میں آجائے۔

جیسے: قد کو سرو سے،
دانت کو موتی سے تشبیہ دیں۔

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

وضاحت: یہاں جگنو کو شمع سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۶۔ تشبیہ بعید:

وہ تشبیہ ہے جس سے وجہ مشبہ تھوڑا غور کرنے کے بعد ہی سمجھ میں آئے۔

ترے سرو قامت سے ایک قدِ آدم
قامت ... کر فتنہ کو کم ... نکھتہ ہے ...

وضاحت: محبوب کے 'سروقامت' کو قیامت کے فتنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔
وجہ تشبیہ قد وقامت اور اس کی شوخی طرازی ہے۔

تشبیہ اور استعارہ کا فرق:

تشبیہ میں کسی ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند یا ہم شکل بتایا جاتا ہے جب کہ استعارہ میں ایک چیز کو اس کے اصلی معنی سے ہٹا کر دوسرے معنی میں لیا جاتا ہے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا ہونا ضروری ہے جب کہ استعارہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔

کنایہ کی قسمیں

اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔تعریض ۲۔تلویح ۳۔رمز ۴۔ایماواشارہ

۱۔تعریض:

وہ کنایہ ہے جس میں موصوف مذکور نہ ہو لیکن اشارہ کے طور پر موصوف کی ذات مراد لی جائے۔

مثلاً: بے وفا محبوب سے خطاب کر کے کہا جائے۔

ع ہے دوست وہ جو دوست کی خاطر جلائے دل

وضاحت: شاعر کی مراد یہ ہے کہ تو دوست نہیں ہے۔

۲۔تلویح:

وہ کنایہ ہے جس میں لازم وملزوم تک پہنچنے کے لئے کئی واسطے ہوں۔ تلویح کے معنی ہیں دور سے اشارہ کرنا۔ چوں کہ اس میں واسطوں کی کثرت سے ملزوم دور جا پڑتا ہے اس واسطے اس کو تلویح کہتے ہیں۔

عزیز اصلاً نہیں سرمایۂ ہمت کہ دریا نے

گرہ دے کر نہ باندھا گوہرِ شہوار دامن سے

وضاحت: یہاں شاعر نے گرہ دے کر نہ باندھنا استعمال کیا ہے جو احتیاط سے نہ رکھنے کو لازم ہے اور احتیاط سے نہ رکھنا عزیز نہ ہونے کا لازم ہے۔

۳۔ رمز:

وہ کنایہ ہے جس میں لازم اور ملزوم کے درمیان میں کوئی واسطہ نہ ہو لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو۔

جیسے: کوتاہ گردن سے 'شریر' مراد لیا جائے۔

۴۔ ایماواشارہ:

وہ کنایہ ہے جس میں لازم وملزوم کے درمیان میں نہ زیادہ واسطے ہوں اور نہ کچھ پوشیدگی ہو۔

شرکتِ شیخ و برہمن سے میرؔ

اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

وضاحت: کعبہ جدا بنانے سے سب سے علاحدہ رہنے کے طرف اشارہ ہے۔ یہاں لازم وملزوم میں نہ تو کچھ واسطے ہی ہیں اور نہ کچھ خفا ہے۔

علم معانی

وہ علم ہے جس کے کلام مقتضائے حال و مقام کے ساتھ مطابق کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ کلام کو مقتضائے حال و مقام کے ساتھ مطابق کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جیسی حالت اور جیسی جگہ ویسی ہی باتیں کریں۔

جیسے جہاں ترغیب کی ضرورت ہو وہاں ڈرانا دھمانا اور جہاں ڈرانے کی ضرورت ہو، وہاں ترغیب دینا، ایسا کلام مقتضائے حال کے مطابق سمجھا نہیں جائے گا۔

غرض اس علم سے یہ چاہا جاتا ہے کہ ذہن کلام کو مقتضائے حال و مقام کے مطابق بیان کرنے میں غلطی سے بچے۔

فصاحت:

فصاحت کے معنی ہیں کشادہ سخنی، تیز زبانی، خوش کلامی، خوش گفتاری۔

علمِ بیان کی اصطلاح میں تراکیب غیر مانوس، الفاظ ثقیل و مشکلہ سے کلام کا پاک ہونا۔

مثلاً: طوطی و بلبل کی آواز شیریں اور دل آویز اور بعض مکروہ اور ناگوار آواز میں گدھے اور کوّے کی آواز۔

دوسرے معنوں میں فصاحت، خوش گوئی و خوش بیانی، تیز زبانی اور خالی ہونا کلام کا عیوبِ ظاہری و باطنی سے اور پاک ہونا تراکیبِ غیر مانوس و الفاظ ثقیل سے ہے۔

مولانا شبلی فرماتے ہیں۔ ”علمائے ادب نے فصاحت کی یہ تعریف کی ہے کہ لفظ میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو، الفاظ نا موس نہ ہوں۔ قواعد صرفی کے خلاف نہ ہو۔“

امام فخر الدین نے کہا کہ ''فصاحت یہ ہے کہ عبارت تعقید سے خالی ہو۔

فصاحت کا مدار موزونیت الفاظ، تناسب الفاظ، اجزائے کلام کی ترتیب، روزمرہ محاورہ، تکرارِلفظی، مضامین کی نوعیت، بحروں کا انتخاب، فصیح اور غیر فصیح الفاظ کی شناخت۔

بلاغت:

اس کے معنی ہیں 'پہنچنا علمِ کلام کے کمال تک'

دوسرے معنوں میں بلاغت، بلند پروازی، عالی دماغ، خوش کلامی، خوش بیانی، حسبِ موقع گفتگو کرنا، علم بیان کی حد کو پہنچنا۔''

امام فخر الدین نے کہا ہے کہ 'بلاغت یہ ہے کہ آدمی کا عبارت میں اس باریکی کو پہنچنا جو اس کے دل میں ہے اور ساتھ اس کے خلل پیدا کرنے والے اختصار اور ملال پیدا کرنے والی طوالت سے عبارت کو بچائے۔ بلاغت کا مدار محاکات، تشبیہ، نزاکتِ تخیل، ندرت و لطافت۔

بلاغت کے لئے ضروری امور:

بلاغت کے لئے حسبِ ذیل امور ضروری ہیں۔

(i) محاکات:

فنِ بلاغت کا اہم ترین جوہر محاکات ہیں جو واقعہ بیان کیا جائے اس کے جزئیات و کیفیات مقتضائے حال کے عین مطابق ہوں۔ واقعہ کی اصل تصویر سامع کی آنکھوں میں پھر جائے۔

(ii) تشبیہ:

محاکات کے بعد بلاغت کا دوسرا جوہر تشبیہ ہے۔ اس کی ندرت و لطافت سے کلام میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ چوں کہ تشبیہ بھی ایک قسم کی تصویر ہے

اس لئے طبیعت کا اس سے محظوظ ہونا ایک فطری امر ہے۔

(iii)نزاکتِ تخیل:

مولانا شبلی کی رائے ہے کہ اگر چہ محاکات اور تخیل شعر کے عنصر ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاعری تخیل کا نام ہے۔

(iv)ندرت ولطافت:

یہ ایسا جوہر ہے کہ بلاغت اس کی بلائیں لیتی ہے۔اس کے علاوہ تعقیدِ معنوی، کنایہ تمثیل، استعارہ، استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخیلہ، رمز، تلویح، ایماواشارہ، مجاز مرسل، طنز، ہجوِ ملیح۔ مبتذل الفاظ بعض دفعہ بلاغت میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

مثلاً: سوداؔ کا یہ شعر ملاحظہ ہو

سوداؔ تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
اب آئی سحر ہونے کو ظالم کہیں مر بھی

اس شعر میں کہیں مر بھی کے معنی ہیں کہ کہیں سو جا، لیکن اِس ٹکڑے نے شعر کو کتنا برجستہ اور مقتضائے حال کے مطابق کر دیا ہے۔ ایہام اور مبالغہ کے علاوہ اور بھی بہت سی صنعتیں بلاغت کی جان ہیں۔

حشو

حشو کے لغوی معنٰی ہیں لحاف میں رُوئی بھرنا۔ فصحا کی اصطلاح میں وہ کلامِ زائد جوادائے مطلب کے لئے واقع ہو حشو کہلاتا ہے یا مقصود کے پورا ہونے سے پہلے ایسا جملہ معترضہ یا لفظ ذکر کیا جائے کہ اُس کے بغیر بھی مطلب پورا ہو سکتا ہو حشو کہلاتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ حشو قبیح، حشو ملیح، حشو متوسّط۔

(i) حشو قبیح:

حشو قبیح وہ ہے جس سے کلام بے لطف اور کم رتبہ ہو جائے مثلاً بے علم آدمی ہمیشہ بے وقوف جاہل ہوتا ہے یہاں جاہل کا لفظ حشو قبیح ہے یا یہ شعر

اقبالؔ بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اِس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

مصرع ثانی میں ''واللہ نہیں'' کا ٹکڑا محض برائے بیت ہے۔ یہ حشوِ زوائد کا مجموعہ ہے۔

(ii) حشو ملیح:

مستحسن ہے۔

(iii) حشوِ متوسط:

وہ ہے کہ اس سے کلام میں نہ کوئی خوبی پیدا ہو نہ کلام کم مرتبہ ہو۔ مثلاً

چلی بادِ نسیمِ صبحدم یا ہاتھ قاتل کا
شہیدِ ناز کو نیند آ گئی آغوشِ خنجر میں

یہاں لفظ 'باد' حشو متوسّط ہے۔

مختصر یہ کہ زائد بلا ضرورت حرف یا لفظ کے شعر میں رہ جانے کو حشو کہتے

ہیں۔

جیسے علامتِ مفعول ''کو'' علامتِ ظرفی ''میں یا پر'' وغیرہ کا ایسی جگہ لانا یہاں لانے کی ضرورت نہ ہو اور اس کے نکل جانے سے کلام میں حسن پیدا ہو یا کوئی مصرع اپنے مضمون کے لحاظ سے پورا نہ ہوتا ہو اور ایک لفظ ملا کر پورا کر لیا جائے۔ ایسے حشو کو مناسب تغیر سے نکال لینا چاہئے۔ حشو کا ردیف ہو جانا بھی معیوب ہے۔ جیسے

غافل ہے تجھ سے حیرت علم آفریدہ دیکھ
جویا نہیں تری نگہ نارسیدہ دیکھ

دونوں مصرعوں میں ردیف بیکار اور حشو محض ہے

شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

مصرع ثانی میں ردیف کو حشو ہے۔

اقسامِ نظم

نظم:

ہر کلام موزوں کو نظم کہتے ہیں لیکن عرفِ عام میں ان اشعار کے مجموعے کو نظم کہتے ہیں جو کسی عنوان پر لکھے جاتے ہیں۔ ہم وزن بھی ہوتے ہیں اور مضمون بھی مسلسل ہوتا ہے اور غزل کی طرح ہر شعر کے آخیر میں قافیہ ہوتا ہے اور ردیف بھی ہو سکتی ہے۔ علامہ اقبالؔ کی ایک مشہور نظم کے چار شعر یہ ہیں۔

اٹھو! مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوزِ یقیں سے کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

نظم کے لئے اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ نظم کبھی مسدّس اور کبھی مثنوی کے رنگ میں بھی ہوتی ہے۔

غزل:

غزل کے معنی ہیں عورتوں سے باتیں کرنا۔ جوانی کی کیفیات کا ذکر کرنا اور عشق و محبت کا قصہ بیان کرنا۔ غزل کا رنگ عموماً عاشقانہ اور صوفیانہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اخلاقی۔ قومی اور وطنی مضامین بھی ہو سکتے ہیں۔ غزل کے ہر شعر کا مضمون جداگانہ اور مکمل ہوتا ہے۔ درد و اثر غزل کے لئے ضروری ہے۔ غزل کے تین حصّے ہوتے ہیں۔ مطلع، مقطع اور درمیانی حصہ۔ قافیے کی پابندی ہے۔ ردیف کی پابندی نہیں۔ اگر ہو تو کلام کا حسن بڑھ جاتا ہے۔

درد اثر کے اعتبار سے میر تقی میرؔ سب سے آگے ہیں۔ پھر غالبؔ اور ان کے بعد آتشؔ ہیں۔ خواجہ میر دردؔ نے غزل میں تصوف داخل کیا۔ اور جرأت نے معاملہ بندی داخل کی۔ حالیؔ اور چکبستؔ نے وطنی اور قومی مضامین سے زینت بخشی۔ غزل میں کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ سترہ شعر ہوتے ہیں اور تعداد میں طاق ہوتے ہیں۔

غزل:

کام آخر جذبۂ بے اختیار آ ہی گیا
دل کچھ اس صورت سے تڑپا ان کو پیار آ ہی گیا
جب نگاہیں اٹھ گئیں اللہ رے معراجِ شوق
دیکھتا کیا ہوں وہ جانِ انتظار آ ہی گیا
ہائے یہ حسنِ تصور کا فریب رنگ و بو
میں یہ سمجھا جیسے وہ جانِ بہار آ ہی گیا
ہائے کافر دل کی یہ کافر جنون انگیزیاں
تم کو پیار آئے نہ آئے مجھ کو پیار آ ہی گیا
جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

دوغزلہ وسہ غزلہ:

کبھی ایک غزل لکھ کر اسی زمین (کسی غزل کے وزن و بحر کو زمین کہتے ہیں) میں قافیہ بدل کر یا اسی ردیف وقافیہ میں دوسری اور کبھی تیسری غزل بھی کہتے ہیں اور اپنی غزل کے آخر میں اگلی غزل کی طرف اشارہ بھی کر دیتے ہیں۔ دو غزلیں ہوں تو دوغزلہ اور تین ہوں تو سہ غزلہ کہتے ہیں۔ غالبؔ کے ایک دوغزلہ کا یہ مطلع ہے

شب کہ برقِ سوزِ دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

غزلِ مسلسل:

وہ غزل جس کے اشعار میں مضمون مسلسل ہو اور ایک شعر کا دوسرے شعر سے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ اردو میں ایسی غزلیں بہت کم ہیں۔ نواب یوسف علی خاں ناظم مرحوم والی رامپور کی ایک مسلسل غزل کا یہ مطلع ہے

ے میں نے کہا کہ دعویٰ الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

معاملہ بندی:

معشوق کے ساتھ برابری کرنا۔ خودداری کو چھوڑ کر برابری کی گفتگو کرنا پست اور بازاری محبت کا اظہار کرنا۔ اردو شاعری میں جرأت اس رنگ کے موجد سمجھتے جاتے ہیں۔ ناسخ و آتش کے عہد میں اس رنگ نے رواج پایا۔ اور داغ نے بھی اسی رنگ کو اپنایا

ے صاف ہو جاؤ تو پھر ہو گفتگو بھی صاف صاف
جس قدر تکرار ہے یہ رنجشِ باہم ہے

خمریات:

جن اشعار میں شراب و شاہد، بادۂ ساغر، عیش و سرمستی اور گل و گلزار وغیرہ کا ذکر ہوتا ہے۔ انھیں خمریات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس رنگ کے اشعار اردو کے ہر شاعر کے کلام میں ملتے ہیں۔ صفائی اور برجستگی اس کا جوہر سمجھا جاتا ہے

ے کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلائیں

ریختی:

وہ غزل جس میں خیالات و جذبات کا اظہار عورتوں کی طرف سے ہو اور ان ہی کی زبان میں ہو ریختی کا موجد سعادت یار خاں رنگین کو بتایا جاتا ہے مگر ریختی کا وجود قدیم شعرائے دکن کے کلام میں بھی ملتا ہے اور اس کی داغ بیل سوز کے کلام میں ملتی

ہے۔ جان صاحب اس رنگ کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ ریختی میں پست اور فحش خیالات کی ترجمانی کی جانے لگی تھی۔ اس لئے ریختی بدنام ہوگئی ہے ورنہ بہت مفید صنفِ سخن ہے۔

میں تو وہ اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی
باجی مجھے اڑھاؤ چھلا چھل کی اوڑھنی
بھیجا ہے گوٹ کا یہ دوپٹہ چہ خوش
اور آپ اوڑھ بیٹھیں مسلسل کی اوڑھنی
بھاری بنت منگاوے کہ رنگیں لگاؤں میں
سر پر مرے ٹھہرتی نہیں ہلکی اوڑھنی

قصیدہ:

وہ نظم جس میں کسی کی تعریف یا کسی کی ہجو (برائی) بیان کی گئی ہو، قصیدے میں تعریف و ہجو کے علاوہ فلسفیانہ اور اخلاقی مضامین بھی ہوتے ہیں۔ الفاظ شان دار، مضامین بلند، خیالات دقیق اور نازک ہوتے ہیں۔ دل پسند تشبیہات اور دل پذیر استعارات ہوتے ہیں گویا کہ بلاغت قصیدے کا جوہر ہے اشعار کم سے کم انیس (۱۹) اور زیادہ کی کوئی پابندی نہیں۔

سوداؔ قصیدے کے اُستاد مانے جاتے ہیں۔ ان کے بعد ذوقؔ اور پھر امیر مینائی۔
قصیدے کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔

(i) تمہید یا تشبیب:

اس میں کوئی کیفیت یا کوئی سماں نظم کیا جاتا ہے۔

(ii) گریز: وہ اشعار جن کی مدد سے اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

(iii) مدح یا ہجو:

وہ اشعار جن میں تعریف یا برائی کی جائے۔

(iv) دعا:

وہ اشعار جن میں مدح ساتھ دعا اور ہجو کے ساتھ بددعا کی جائے۔

(v) خاتمہ:

وہ اشعار جو قصیدے کے ختم ہونے کو ظاہر کریں۔ان میں اکثر شاعر اپنا مطلب ظاہر کرتا ہے۔اختصار کی غرض سے بطور نمونہ ایک ایک شعر لکھا جاتا ہے۔

اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستان سے عمل
تیغِ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل (تمہید)

نسبت اس فصل کو پر کیا ہے سخن سے میرے
ہے فضا اس کی تو دو چار ہی دن میں فیصل (گریز)

سایہ میں دست کرم کے ترے ہر صبح ومصا
دولتِ ہر دو جہاں سے ہو غنی عبد اقل (مدح)

چاہتا ہے کرے آخر وہ دعائی پر
نظم تجھ مدح کی بہتر از کلامِ اوّل (دعا)

عرضِ احوال ہی اپنا ہے مجھے اس سے غرض
تا بہ آخر جو یہ موزوں میں کیا از اوّل (خاتمہ)

جس قصیدے میں تمہید نہیں ہوتی اسے خطابیہ بھی کہتے ہیں۔قصیدے میں مطلع بھی ہوتا ہے اور مقطع بھی اور ردیف وقافیہ کی پابندی ہوتی ہے۔

قطعہ:

وہ نظم جس میں مطلع نہ ہو۔باقی شکل غزل اور قصیدے جیسی ہوتی ہے مقطع بھی ہوتا اور ردیف وقافیہ کی پابندی بھی ہوتی ہے۔مضمون مسلسل ہوتا ہے۔ایک شعر کا تعلق دوسرے شعر سے ہوتا ہے۔قطعہ میں پند ونصیحت وغیرہ ہر قسم کے مضامین ہوتے ہیں۔ قطعہ میں کم سے کم دو شعر اور زیادہ سے زیادہ ۷ اشعر ہوتے ہیں لیکن زیادہ کی کچھ پابندی

نہیں کی جاتی۔ جتنی ضرورت ہوتی ہے اتنے ہی شعر کہہ لئے جاتے ہیں۔ نمونۂ قطعہ

خوشی کے تارے نے خبر دے رہے ہیں　　　　سحر جلوہ بخشے جہاں عید ہوگی
مگر جن کے گھر لٹ چکے ہیں انھیں کیا　　　　جہاں عید ہوگی وہاں عید ہوگی

رباعی:

اس میں دو شعر یا دو بیتیں ہوتی ہیں اس لئے اس کو دو بیتی بھی کہتے ہیں اور ترانہ بھی کہتے ہیں۔ چار مصرع ہوتے ہیں۔ پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے عام طور پر تیسرا مصرع ہم قافیہ نہیں ہوتا۔ البتہ چوتھے مصرع کا زوردار ہونا ضروری ہے۔ اکثر اساتذہ نے رباعیاں کہی ہیں۔ میر تقی میرؔ، انیسؔ و دبیرؔ اور خواجہ حالیؔ کی رباعیاں مشہور ہیں۔

پیری چلی اور گئی جوانی اپنی　　　　اے دردؔ کہاں ہے زندگانی اپنی
کل اور کوئی بیاں کرے گا اس کو　　　　کہتے ہیں اب آپ ہم کہانی اپنی

مثنوی:

یہ ایک طویل نظم ہوتی ہے اس میں حسن و عشق کی داستان رزم و بزم کی کیفیت اور فرضی تاریخی اور اخلاقی قصے نظم کئے جاتے ہیں۔ یہ نظم اردو میں بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے۔ مضمون مسلسل ہوتا ہے ہر شعر کے دونوں مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں گویا کہ ہر شعر بیت ہوتا ہے۔ قافیہ کی پابندی ہے۔ ردیف کی پابندی نہیں۔ اگر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مثنوی میں پہلے حمد ہوتی ہے۔ پھر قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ خاتمہ پر ان چیزوں کو دہرایا جاتا ہے جن پر قصے کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اردو میں مثنویوں کا خاتمہ عموماً نصیحت پر ہوتا ہے اور ناقص ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مثنوی ڈرامہ کی کمی کو پورا کرتی ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ مثنوی میں نہ تو باقاعدہ پلاٹ ہوتا ہے اور نہ کردار

ہوتا ہے اور نہ مکالمہ ہی ہوتا ہے اور نہ واقعات ہی ایسے ہوتے ہیں جنھیں عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

اردو میں مثنوی کے موجد میر تقی میرؔ ہیں۔ میر حسنؔ کی مثنوی سحرالبیان یا قصہ بدرمنیر اور پنڈت دیاشنکر نسیمؔ کی مثنوی گلزارِ نسیم اور خواجہ حالیؔ کی مثنویاں بہت مشہور اور مقبول ہیں۔

مرثیہ:

وہ نظم ہے جس میں کسی کے مرنے پر اظہارِ افسوس کیا جاتا ہے اور مرحوم کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ خصوصاً حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات پر جو نظم لکھی جاتی ہے۔ اسے مرثیہ کہتے ہیں اور چوں کہ کسی مرے ہوئے آدمی سے نفع کی امید اور نقصان کا خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے مرثیہ میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ اخلاص اور سچّی محبت پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا اخلاقی اعتبار سے مرثیہ بہت اعلیٰ درجے کی نظم سمجھی جاتی ہے۔

مرثیہ میں مناظرِ قدرت، بہادری کے کارنامے اور اخلاقی خوبیوں کا بیان ہوتا ہے۔ مرثیے کا میدان بہت وسیع ہے۔ ہر قسم کے اعلیٰ مضامین اس میں نظم ہوسکتے ہیں۔ مرثیہ بہت قدیم صنفِ سخن ہے۔ عرب میں اس کی ابتدا ہوئی ایران میں بھی اسے مقبولیت حاصل ہوئی۔ پھر ہندوستان میں اس کا رواج ہوا، دکن کے قدیم شعراء نے بھی مرثیے کہے ہیں۔

مرثیہ پہلے مربع لکھا جاتا تھا۔ مرزا سوداؔ نے مسدّس میں لکھنا شروع کیا۔ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ نے عروجِ کمال کو پہنچا دیا اور اس کہاوت کو غلط کر دکھایا۔ خواجہ حالیؔ نے بھی کئی اچھے مرثیے لکھے ہیں۔ مرثیہ غالبؔ ان کا مشہور مرثیہ ہے۔

نوحہ:

وہ مرثیہ جو مستزاد کی طرز میں لکھا جائے

ے بانو نے یہ اصغر سے کہا گود پالے او گیسوؤں والے

یوں پڑ گیا تو شمرِ ستم گر کے پالے او گیسوؤں والے

سلام:

وہ مرثیہ جو غزل یا قصیدے کی طرز میں لکھا جائے۔ اس میں سلام سلامی وغیرہ کوئی لفظ ضرور لایا جاتا ہے

ے اے سلامی ہے اثر جذب دلِ بیتاب میں

شاہِ بیکس جلد کیا بیٹی کے آئے خواب میں

شہر آشوب:

وہ نظم جس میں کسی شخص کسی خاندان کسی ملک یا کسی شہر کی تباہی اور بربادی کے حالات بیان کئے ہوں۔ اس میں نہایت درد انگیز اور اندوہ ناک مضامین ہوتے ہیں۔ سوؔدا کے شہر آشوب پسندیدہ اور مشہور ہیں۔ غدر کی تباہی کے بعد بھی شہر آشوب کہے گئے تھے جو فغانِ دہلی کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔

واسوخت:

وہ نظم ہے جس مین عاشق اپنے معشوق کی بے وفائی اور ظلم وستم اور رقیب کے ساتھ بے جا تعلق کی شکایت کرتا ہے۔ جدائی اور ہجر کی مصیبتوں کو بیان کرتا ہے اور معشوق کو دھمکیاں دیتا ہے۔ امانت لکھنوی اس رنگ کے استاد مانے جاتے ہیں اور واسوختِ امانت بہت مشہور ہیں۔ جو کتابی شکل میں چھپ چکے ہیں۔

تاریخ:

وہ نظم ہے جس میں کسی واقعہ کی تاریخ حروفِ ابجد کے حساب سے نکالی جاتی ہے۔حروفِ ابجد کے اعداد مقرر ہیں اور وہ یہ ہیں:

ا	ب	ج	د	ہ	و	ز	ح	ط	
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	
ی	ک	ل	م	ن	س	ع	ف	ص	ق
۱۰	۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶۰	۷۰	۸۰	۹۰	۱۰۰
ر	ش	ت	ث	خ	ذ	ض	ظ	غ	
۲۰۰	۳۰۰	۴۰۰	۵۰۰	۶۰۰	۷۰۰	۸۰۰	۹۰۰	۱۰۰۰	

ناسخ لکھنوی نے میر تقی میر کی تاریخِ وفات اس مصرع سے نکالی تھی۔

ع واویلا مُرد شہ شاعراں

اس مصرع سے ابجد کے حساب سے ۱۲۲۵ھ نکلتا ہے۔

حمد و ثنا:

وہ نظم جس میں خدا کی تعریف ہو۔

نعت:

وہ نظم جس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ یا کسی اور پیغمبر کی تعریف ہو۔

منقبت:

وہ نظم جس میں ولیوں اور بزرگوں کی تعریف ہو۔

سہرا:

وہ نظم جس میں کسی کے سہرے کی خوبیاں بیان کی گئی ہوں۔

تہنیت:

وہ نظم جس میں مبارک بادی کا مضمون ہو۔

ساقی نامہ:

وہ نظم ہے جس میں شراب و شاہد، جام و مینا، نغمہ و سرود، کیف و سرمستی اور گل و گلزار کا مضمون ہو اور مسلسل ہو۔ اس میں عموماً ساقی کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ ساقی نامہ گو مستقل نظم کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مثنویوں میں بعض عنوانات کی ابتدا بھی ساقی نامہ ہی سے کی جاتی ہے

اُٹھا ساقیا پردہ اس ساز سے — اڑا دے مموے کو شہباز سے
شرابِ کہن پھر پلا ساقیا — وہی جام گردش میں لا ساقیا

مسمّط:

وہ نظم ہے جس میں اشعار بند کی صورت میں ہوں۔ انھیں ایک بند قرار دیں اور پھر کئی اور مصرع ہم وزن جمع کریں جو پہلے کے ہم قافیہ نہ ہوں۔ البتہ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ پہلے بند ہی کے آخری مصرع پہلے بند کے مصرعوں کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ پہلے بند ہی کے آخری مصرع کو دہرا دیں۔ اس کی نو قسمیں ہیں:

(الف)۔ مثلث:

وہ مسمّط ہے جس کے ہر بند میں تین مصرع ہوں۔ پہلے تین مصرع ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں صرف تیسرا مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو اور دو مصرع آپس میں الگ ہم قافیہ ہوں۔ خواہ پہلے بند کا آخری مصرع دہرا دیا گیا ہو

دنیا ہے سرا اس میں تو بیٹھا مسافر ہے — اور جانتا ہے یاں سے جانا تجھے آخر ہے
کچھ راہِ خدا دے جا تیرا بھلا ہو گا

جو رب نے دیا تجھ کو تو نام پہ رب کے دے — جو یاں نہ دیا تو نے کیا دیوے گا واں بندے
کچھ راہِ خدا دے جا، جا تیرا بھلا ہو گا

(ب) مربع:

وہ مسمّط ہے جس کے ہر بند میں چار مصرع ہوں۔ پہلے بند کے چاروں مصرع ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں تین مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور چوتھا مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ آخری مصرع دہرادیا گیا ہو۔

تنے گا مسّرت کا اب شامیانہ   بجے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گائیں گے مل کر ترانہ   کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ

نہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن   چمک اپنی دِکھلائیں گے اب بھلے دن
رُکے گا نہ عالم ترقی کئے بن   کرصبر آتا ہے اچھا زمانہ

اسے چومصرع بھی کہتے ہیں۔ پہلے مرثیہ بھی چومصرع ہی کہا جاتا تھا۔

(ج) مخمس:

وہ مسمّط جس کے ہر بند میں پانچ مصرع ہوں۔ پہلے بند میں پانچوں مصرع ہم قافیہ ہوں اور باقی بندوں میں چار مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور پانچواں مصرع پہلے کا ہم قافیہ ہو۔ خواہ آخری مصرع دہرادیا گیا ہو

جب سے اے راحتِ جان تجھ سے جدا رہتا ہوں
کیا کہوں سخت مصیبت میں پھنسا رہتا ہوں
مضطر و ششدرو حیران و خفا رہتا ہوں
کسی چرچے میں تو مشغول میں کیا رہتا ہوں
منھ لپٹئے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں

کیا بیاں اپنی جوانی کا کروں میں غمگین
طاقت اب بسترِ اندوہ پہ ہلنے کی نہیں
نہ تو بیٹھوں ہو نہ اٹھتا ہوں نہ جاتا ہوں کہیں
یادکرکے تری صحبت کو بس اے پردہ نشیں
منھ لپٹئے ہوئے دن رات پڑا رہتا ہوں

(ہ)مسدّس:

وہ مسمّط ہے جس کے ہر بند میں چھ مصرع ہوں، پہلے چار مصرع ہم قافیہ ہوں پھر دو مصرع ہم قافیہ ہوں۔ مرثیہ کو مسدس میں لکھنا مرزا سوداؔ کی ایجاد ہے۔ خواجہ حالیؔ کی مسدّس مد و جزرِ اسلام نہایت مشہور اور مقبول مسدس ہے۔

لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے
مثل ہے کہ کرنے کی سب بدّ یا ہے رو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے
یونہیں وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوروں سے ہیں زک اٹھاتے

(و)مسبّع:

وہ مسمّط جس کے ہر بند میں سات مصرع ہوں۔ پہلے بند کے ساتوں مصرع ہم قافیہ ہوں۔ باقی بندوں میں چھ مصرع الگ ہم قافیہ ہوں اور ساتواں مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہو۔

(ز)مثمن:

وہ مسمّط جس کے ہر بند میں آٹھ مصرع ہوں اور قاعدہ مذکور کے مطابق ہو۔

(ح)متسع:

وہ مسمّط جس کے ہر بند میں ۹ مصرع ہوں اور قاعدۂ مذکورہ کے مطابق ہوں۔

(ط)معشر:

وہ مسمّط جس کے ہر بند میں دس مصرع ہوں اور قاعدۂ مذکورہ کے مطابق ہوں۔ آخر کی چاروں قسمیں اردو میں نہیں چلتیں اس لئے ان کی مثالیں بھی کمیاب ہیں۔

مستزاد:

وہ نظم ہے جس کے ہر مصرع کے آخر میں کچھ موزوں لفظ بڑھا دیئے جائیں۔

یاروں میں نہ تھا کوئی مروت جو کرے۔۔۔۔۔اُجڑے تھے گھر

تاحدِّ نظر صاف پڑے تھے میداں۔۔۔۔۔۔۔۔عرصہ تھا تنگ

ترجیع بند و ترکیب بند:

وہ نظم ہے جس میں کئی بند ہوں اور ہر بند کے اشعار ہم وزن اور ہم قافیہ ہوں اور ہر بند کے بعد ایک بند ہو جس کا قافیہ الگ ہو جو ایک بند کو دوسرے بند سے الگ کردے۔ اگر ایک ہی بیت ہر بند کے بعد آئے تو اس نظم کو ترجیع بند کہتے ہیں اور اگر ہر بند کے بعد بیت بدلتی رہے تو اس نظم کو ترکیب بند کہتے ہیں۔

متعلقات

دیوان:

کسی شاعر کی غزلوں کے مجموعہ کو دیوان کہتے ہیں۔

کلیات:

کسی شاعر کے ہر قسم کے کلام کے مجموعہ کو کلیات کہتے ہیں۔کلیات غزل، رباعی، قصیدہ اور قطعہ وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

تذکرہ:

وہ کتاب جس میں شاعروں کے حالاتِ زندگی، کلام کی خصوصیات اور نمونۂ کلام ہو۔ میر تقی میؔر نے سب پہلے اردو زبان کے شاعروں کا تذکرہ لکھا تھا۔

گل دستہ:

کئی شاعروں کی غزلوں وغیرہ کے مجموعۂ کو گلدستہ کہتے ہیں۔ یہ عموماً ان غزلیات کا مجموعہ ہوتا ہے جو کسی مشاعرے میں مختلف شاعر پڑھتے ہیں۔

مشاعرہ:

وہ محفل جس میں شاعر اور شعر فہم حضرات جمع ہو کر کلام سنیں اور سنائیں اور اچھے کلام کی تعریف کریں۔ مجلسِ مشاعرہ کو شعر و سخن کی ترقی کا بہترین طریقہ سمجھا جاتا ہے۔

اقسامِ نثر

لفظ کے لحاظ سے نثر کی قسمیں:

۱۔ مسجع ۲۔مُرَجّز ۳۔عاری

۱۔ مسجع:

وہ ہے کہ پہلے فقرے کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن وحرفِ آخر میں موافقت رکھتے ہوں۔ اگر نظم میں یہ صفت آپڑے تو مرصع اور نثر میں آئے تو مسجع کہیں گے۔

مثلاً:

''رہنے والوں کو تمام دن فاقہ مستی، یا آفتاب پرستی، چار پہر سر پر دھوپ کا سایا، عجب یہ ساعت کا بنایا۔''

۲۔مرجز:

وہ نثر ہے کہ جس میں دو فقروں کے کلمات ہم وزن ہوں ہم قافیہ نہ ہوں۔

جیسے:

''قامت موزوں کے روبرو سرو رواں ناچیز ہے اور کاکل پیچاں کے سامنے مشک ختن بے قدر ہے۔''

اس عبارت میں دونوں فقروں کے الفاظ کا موازنہ کریں تو سب ہم وزن ہیں لیکن مقفٰی نہیں۔

مثلاً:	اِدھر۔قامت	اُدھر۔کاکل
	اِدھر۔موزوں	اُدھر۔پیچاں

اِدھر۔رواں　　　　　اُدھر۔ختن

اسی طرح جملہ الفاظ ہم وزن ہیں لیکن ہم قافیہ نہیں۔نثر مرجز قلیل الاستعمال ہے۔

۳۔عاری:

وہ نثر ہے جو مسجع اور مرجز نہ ہو لیکن سلاست،فصاحت،متانت،بلاغت کے معنی میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہو۔

خواجہ نظامی فرماتے ہیں۔

''تاریخ کے اوراق پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ یہ عجائب زار ہمیشہ سے عجیب تغیرات وحوادث کی آماجگاہ رہ چکا ہے۔''

معنی کے لحاظ سے نثر کی دو قسمیں:

۱۔سلیس　　　　　۲۔دقیق

۱۔سلیس:

اس کی دوصورتیں ہیں:

i۔سلیس سادہ:

جس کے معنی آسانی سے سمجھ میں آئیں اور مطلب کو اس میں بغیر رعایت مناسبات ادا کیا ہو۔

جیسے: سرسید کی یہ عبارت۔

''آمدنی کے ذریعوں میں ظاہرا دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہیں جو تمام ذرائع کو حاوی ہیں۔ایک زراعت،دوسرا تجارت۔''

ii۔سلیس رنگین:

وہ ہے جس کے معنی سہل ہونے کے ساتھ ادائے مطلب میں مناسباتِ

الفاظ کی رعایت ہو۔

جیسے: رجب علی بیگ سرور کی یہ عبارت۔

''اس سال نیا ساز و سامان ہے ہولی، شب برات بہار سے دست و گریبان ہے۔''

iii- دقیق سادہ:

وہ جس کے معنی دقت سے سمجھے جائیں اور اس میں مطلب کو بغیر رعایت مناسبات کے ادا کیا ہو۔

جیسے: مولوی عبدالحق کی یہ عبارت۔

''نثر ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہے اپنی خصوصیات میں ضرور امتیاز رکھتی ہے۔''

iv- دقیق رنگین:

وہ جس کے معنی دقت سے سمجھے جائیں اور ادائے مطلب میں مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو۔

جیسے: تذکرۃ الشعراء کی عبارت۔

''ذوق تخلص طوطی شکرستان شیریں زبانی بلبلِ چمن زارِ رنگیں۔''

نمونہ کے سوالات

۱۔علم عروض کی تعریف کرتے ہوئے بتائیے کہ وزن، بحر اور تقطیع سے کیا مراد ہے؟

۲۔اصولِ ارکان کی نشان دہی مثالوں کے ساتھ کیجیے۔

۳۔شاعری میں استعمال ہونے والے مفرد بحروں کے نام بتائیے اور یہ واضح کیجیے کہ یہ بحریں کن ارکان سے بنتی ہیں؟

۴۔حروفِ مکتوبی غیر ملفوظی کی تعریف کیجیے اور اس کی مثالیں دیجیے۔

۵۔چند عروضی اصطلاحات کی وضاحت کیجیے۔

۶۔علمِ بدیع کسے کہتے ہیں؟ صنائع لفظی اور صنائع معنوی کی تعریف مع مثالوں کے کیجیے۔

۷۔علمِ بیان کی تعریف کرتے ہوئے مجاز اور کنایہ کو مثالوں کے ساتھ سمجھائیے۔

۸۔استعارہ کی تعریف کیجیے اور اس کے اقسام مع امثال تحریر کیجیے۔

۹۔تشبیہ اور ارکانِ تشبیہ سے کیا مراد ہے، مثالوں کے ساتھ لکھئے۔

۱۰۔نثر کی لفظ اور معنے کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں، مثالوں کے ساتھ لکھئے۔

۱۱۔کوئی پانچ اصطلاحات کی وضاحت کیجیے۔

(الف) مجاز مرسل

(ب) تجاہل عارفانہ

(ج) صنعتِ مبالغہ

(د) فصاحت

(ہ) صنعت ایہام

(و) مخمس

(ز) ترکیب بند

****